قائل ہیں۔ والسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

کتبہ احقر العباد ابو القاسم محمد الموعو بحبین الحافظ آبادی عفے عنہ۔

رجوع بخطاب ثنائی پارٹی و نقل اپیل فیصلہ آرہ

تمہید

جاری پارٹی سے خطاب۔ بالفعل ختم کیا جاتا ہے جسقدر لکھا جا چکا ہے اس پارٹی کا ضرر اٹھانے کے لئے اس قدر بس ہے۔ پھر کوئی کچھہ بولے گا تو اُسکا جواب پائے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔ اب پھر ثنائی پارٹی سے خطاب ہوتا ہے۔ کیونکہ انکا ضرر اسلام میں۔ اُن سے بڑھکر پہنچ رہا ہے۔ لہذا اسکے دفعیہ میں زیادہ اہتمام کی ضرورت ہے۔

خط خاکسار۔ ایمیں حافظ عبد اللہ صاحب جو نمبر ۸ جلد ہذا کے صفحہ ۲۰۰ میں ختم ہوا ہے۔ ہنوز طبع نہ ہوا تھا۔ کہ جلسہ سالانہ مدرسہ احمدیہ آرہ کا موقعہ پیش آگیا اور اُس جلسہ کا نوید (نوٹس) خاکسار کے نام حسب معمول پہنچا۔ خاکسار نے اُس نوید کا یہ جواب دیا کہ اگر اس موقعہ پر ثناء اللہ امرتسری کے اہلحدیث ہونے یا نہ ہونے پر آپ لوگ مجھ سے بحث کریں۔ اپنا خیال (کہ وہ اہلحدیث ہے) مجھے سمجھا دیں یا میرا خیال (کہ وہ چھپا معتزلی مرزائی چکڑالوی اور جیتا ہوا نیچری ہے) مجھ سے سمجھ لیں تو میں جلسہ میں شریک ہونگا ورنہ اس خیال سے کہ یہہ جلسہ اہلحدیث کا جلسہ نہیں ہے

(بقیہ حاشیہ) لئے مخلوق ہیں ے ہر کسے را بہر کارے ساختند + در دلش میلان او انداختند + نیچریہ۔ چکڑالویہ عیسائیہ۔ مرزائیہ ثنائیہ تمام ملاحدہ لئام کے ساتھ آپنے خوب ہی مناظرہ کیا جزاہ اللہ تعالے عنی وعن الاسلام وعن جمیع اہل الاسلام جزاء موفوراً۔

کیونکہ وہ ایک غیر اہلحدیث کو اہلحدیث بنا رہے ہیں۔ میں نہ آؤنگا اس پر مہتمم جلسہ کا اس
مضمون کا تار خاکسار کے نام پہنچا کہ آپکی درخواست منظور ہے۔ تو خاکسار
شامل جلسہ ہؤا۔ بعد اختتام جلسہ مہتممان جلسہ کا ایک خاص مجمع ہوا جس میں
منصفین ثلاثہ فیصلہ آرہ اور چار اشخاص اور شامل تھے اور یہ قرار پایا کہ پہلے
خط خاکسار بنام حافظ عبداللہ صاحب پڑھا جاوے۔ اسکے بعد ثناءاللہ کے
اہلحدیث ہونے یا نہ ہونے یا اس تصفیہ کے بغیر اس جلسہ کے اہلحدیث نہ ہونے
پر بحث کی جاوے۔ جب وہ خط پڑھا جاتا تو مہتممان جلسہ سے ایک صاحب کہیں
کہیں بولتے۔ تو خاکسار اس کا جواب دیتا۔ مگر پوری بحث کسی فقرہ یا عبارت
پر نہ کسی نے کی نہ اسکے متعلق کوئی فیصلہ ہوا۔ اور جب وہ خط ختم ہوا تو اس
شخص نے سامعین کی رائے اس خط کی نسبت دریافت کی۔ جسکے دریافت کرنیکا
قبل از مباحثہ تام و انتہائے کلام اس کا حق نہ تھا۔ تاہم حاضرین مجمع سے
ایک ثالث ثلاثہ منصفین فیصلہ آرہ نے اور ایک سامع نے صاف الفاظ
میں کہدیا کہ جو عبارات مولوی ثناءاللہ کی اس خط میں نقل کی گئی ہیں اُن سے
راقم خط (خاکسار) کا مدعا ثابت ہے۔ اور دو ثالث ثلاثہ منصفین فیصلہ آرہ نے
یہ کہا کہ یہ عبارات محتملۃ المعانی ہیں۔ لہذا اُن سے مدعا راقم خط ثابت نہیں ہوتا
خاکسار نے اُنکے جواب میں کہا کہ جن لوگوں کے نزدیک عبارات محتملۃ المعانی ہیں
وہ سب ملکر ایک شخص کو وکیل کردیں اور وہ وکیل مجھسے اس امر میں بحث
کرلے کہ ان عبارات میں کس معنے صحیح کا احتمال ہے جسکی نظر سے خاکسار کا
مدعا غیر ثابت ہے مگر کسی سے یہ جُرأت نہ ہوئی اور اس بحث کی نوبت نہ آئی۔
کہ وہ حضرات اس مجلس سے اُٹھکر چلے گئے۔

دوسرے دن کسی کذاب مفتری مجتری نے یہ جرأت کی کہ مولوی ثناءاللہ کے

واسطے اس مضمون کا شہادت نامہ تیار کیا جسمیں تین کذب اور درج کئے۔ ایک یہ کہ باتفاق منصفین عبارات منقولہ خط سے مدعا راقم خط کا ثابت نہیں ہوتا اور دو کذب اور جنکے بیان کی ابھی ضرورت نہیں۔ اس شہادت نامہ دروغ پر منصفین ثلاثہ فیصلہ آرہ اور دیگر حاضرین مجمع کے دستخط ثبت کرا کر ثناء اللہ کے حوالہ کرنا چاہا۔

منصفین ثلاثہ سے دو سادہ طبع اور ناعاقبت اندیش منصفوں نے تو بن سوچے بے سمجھے دستخط کر دیا۔ مگر جب تیسرے منصف سے (جسنے اس مجمع میں صاف کہدیا تھا کہ عبارات منقولہ خط سے مدعا راقم خط ثابت ہے) دستخط کرانے چاہے تو اُسنے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور وہ شہادت نامہ دروغ خاکسار کو دیدیا۔ خاکسار کو اس شہادت نامہ مکذوب و موضوع کا مضمون دیکھ کر ان دو منصفوں کی دیانت و امانت و فہم و علم پر سخت افسوس ہوا۔ اور اسکے رد و تکذیب کے لئے خاکسار نے ایک اشتہار متضمن سوالات ثلاثہ تیار کر کے اُن حضرات کی خدمت میں بغرض جواب پیش کیا۔ اُس کا جواب انہیں حضرات کے قلموں سے خدا تعالےٰ نے ایسا نکلوا دیا کہ اُس سے اُس شہادت نامہ دروغ بے فروغ کا کذب صاف اور یقینی طور سے ثابت ہے دروغ اول کے مقابلہ میں انکا صاف اقرار ہے کہ اس ثالث منصفین فیصلہ آرہ نے بیشک کہا تھا کہ مدعا ثابت ہے ایسا ہی باقی ماندہ دو کذبوں کی نسبت انکا اظہار و اقرار ہے وہ شہادت دروغ مکمل ہو کر امرتسری مجتہد کے ہاتھ نہ آیا۔ خاکسار کے پاس ہی رہا۔ تاہم وہ دلیر بہادر اس شہادت نامہ کے مکذوب مضمون سے کام چلا رہا ہے۔ امرتسر پہنچکر اُسنے پشاور کے ایک اہلحدیث سید ابو محمد جمال الدین صاحب ڈاکٹر کے نام ایک کارڈ لکھا جو بالفاظہ نقل کیا جاتا ہے

از دفتر مطبع بسم اللہ الرحمن الرحیم اہلحدیث امرتسر

جناب من!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپکو معلوم ہوگا کہ جناب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی آرہ کے جلسہ پر اہلحدیث بکر

پھر گئے تھے۔ ابکی دفعہ تین منصفوں کی بجائے آٹھ تھے جن میں جناب حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی تھے۔ ان حضرات کے فیصلہ کا نتیجہ یہ ہوا جو حضرات منصفوں غیر ہم کے الفاظ میں ہے:۔

(۱) ثناء اللہ کی عبارات جو مولوی ابو سعید صاحب نے نقل کی ہیں محتملۃ المعانی ہیں۔

(۲) کلام محتملۃ المعانی پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

نتیجہ یہ کہ مولوی صاحب کا مدعا اخراج خاکسار ثابت نہیں ہوا پس آپکو اور مولوی ابو سعید مدوح کو اور سب قوم کو مبارک ہوے شکر للہ کہ من وا صلح افتاد۔ ثناء اللہ از امرتسر یہی مضمون اپنی براءت اور فتح کا مولوی عبد اللہ امام مسجد گنبد والی فیروزپور کو لکھا اور مولوی عبد اللہ ساکن لیل علاقہ دھاریوال کو زبانی کہا کہ موقعہ جلسہ پر منصفین آرہ نے فیصلہ کردیا ہے کہ تفسیر عربی ثناء اللہ لائق اعتبار ہے۔ ایسا ہی مولوی سلطان احمد صاحب تاجر گلبدن صدریائی لاہور کو زبانی کہا کہ آرہ میں محمد علی ابو سعید محمد حسین صاحب منصفین کے سامنے کوئی جواب نہ دے سکے اور لاٹھی مارنے کو تیار ہو گئے۔

اس دروغ گوئی مجتری امرتسری نے خاکسار کو اس اجمالی بیان واقعہ پر مجبور کیا ہے اور بالفعل اصل شہادت نامہ دروغ اور اسکے مقابلہ میں اپنے اشتہار اور اسکے جوابات کی عبارات نقل نہیں کرتا کیونکہ اُن میں ان حضرات کے ناموں کی تصریح ہے اور اس سے اُنکی دیانت و امانت کی عام لوگوں کی نظروں میں وقعت جاتی رہنے کا اندیشہ ہے جو خاکسار کو ہنوز منظور نہیں۔ اگر ان حضرات نے ہمارے اس اجمالی بیان کے خلاف و مقابلہ میں کچھ مشتہر کیا اور بیجا حمایت ثناء اللہ کو نہ چھوڑا اور ہماری تحریرات مطبوعہ حال کو پڑھکر بھی اُسکو اہلحدیث ٹھہرایا۔ تو ہم اصل تحریرات کو چھاپ دینگے اور اُنکے علم و فہم اور دیانت و امانت کی قلعی کھولینگے

* ایڈیٹر کہتا ہے کہ نہ خاکسار اپیل کے واسطے آرہ گیا اور نہ اپیل پڑھا گیا اور نہ کوئی منصف مقرر ہوا اور نہ منصفوں نے کوئی فیصلہ دیا مجتری امرتسری نے جو کہا ہے محض دروغ ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مجتری امرتسری سچا ہے تو آمین اور نہیں باد کہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک یہ بات بھی ان حضرات کے علم فہم و دیانت کے متعلق واجب الاظہار ہے کہ خاکسار نے بعض عبارات ثناء اللہ مندرجہ خط خاکسار اسمی حافظ صاحب میں۔ بعض احتمالات مجوزہ ان حضرات کو نقل کرکے انکا جواب دے دیا اور معہذا یہ بھی کہدیا تھا کہ راقم عبارات زندہ ہے فوت نہیں ہوگیا۔ اس سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ تمہاری عبارات کا مطلب وہ ہے جو ہم لوگ (تمہارے حامی) بیان کرتے ہیں۔ یا وہ مطلب ہے جو تمہارا معترض و مخالف (خاکسار) بیان کرتا ہے۔ اس کے جواب میں ان حضرات نے اس مجمع میں صاف طور پر کہدیا کہ ہم ثناء اللہ سے پوچھ چکے ہیں وہ ان عبارات کا مطلب خود کچھ نہیں بتاتا اور بتانا نہیں چاہتا۔ پھر تعجب اور نہایت سخت تعجب ہے کہ اس انکار پر بھی وہ لوگ انہی احتمالات کو تجویز کرتے ہیں جن کا وہ اقراری نہیں ہوتا اور ان احتمالات کو جو اسکے دوسرے کلام سے ہم ثابت و مدلل کرچکے ہیں صحیح تسلیم نہیں کرتے اور ہمارے مجوزہ مدللہ احتمالات پر اسکے سکوت و عدم انکار سے بحکم شہادت الخاموشی نیم رضا و بحکم السکوت فی معرض البیان بیان اس کو قائل احتمالات مخالفہ نہیں ٹھہراتے اور نہ اس مقولہ فقہیہ کو عمل میں لاتے ہیں عمداً الابہام یکفی للمنع اور تہدیداً و تغلیظاً اسکو نہ سہی اسکے اقوال ہی کو اقوال معتزلہ قرار نہیں دیتے تمہید ختم ہوئی۔ اب اپیل فیصلہ آرہ نقل کیا جاتا ہے جسمیں ثنائی پارٹی کے حامیوں منصفین ثالثہ فیصلہ آرہ سے خطاب ہے۔

نقل اپیل فیصلہ آرہ وتکملہ مضمون تتمہ مندرجہ صفحہ ۲۱۷ جلد

(یکمن علم را دہ من عقل مے باید)

یہ مقولہ جس کو ہمنے زیب عنوان کیا ہے۔ گو عام لوگوں کا زبان زد ہے کسی آیت یا حدیث

کا ترجمہ نہیں ہے۔ مگر اس کا مستند کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور اقوال سلف امت میں موجود ہے۔ کتاب اللہ کی وہ آیات جن میں اولی الالباب کی مدح ہے۔ اس کا مستند ہے اور احادیث کا وہ حصہ جن میں تفقہ فے الدین کی ترغیب ہے، اور آثار سلفیہ سے حضرت علی مرتضی کا وہ قول صحیح بخاری میں منقول ہے کہ ہم کو کوئی خاص علم علاوہ اس کے او فہم اعطیہ رجل مسلم بخاری صفحہ ۱۰۲۰ وغیرہ جو مسلمان مرد کو فہم عطا کیا جاتا ہے نہیں دیا گیا ایک مدت سے جو نئے نئے اختلافات اور نئے نئے خیالات مسلمانوں خصوصاً اہلحدیث میں پھیلے جاتے ہیں اس کا منشاء یہی ہے۔ کہ علم کتابی تو انہیں ہوتا جاتا ہے جس سے وہ مولوی عالم۔ فاضل کہلاتے ہیں۔ مگر فہم سلیم اور طبع مستقیم (جو تقوی و اخلاص کا ثمرہ ہے) ان کو عطا نہیں ہوتا۔ اسلئے وہ بحکم "کل جدید لذیذ" ہر ایک نئی بات نئے خیال نئے مذہب کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس کو اپنی ناموری اور شہرت کا ذریعہ اور زر کشی کا قوی وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اور بزبان حال یہ کہتے ہیں ؎

بدنام بھی گر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا +
طلاب ہوا سے بھی ہمیں کچھ نہ ملیگا؟

اس آفت کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ دو تین سال سے پنجاب کی جماعت اہل حدیث میں ایک نئی تفسیر (تفسیر القرآن بکلام الرحمن) تالیف ہوئی ہے۔ اور اسکی نئی باتوں کے سبب جماعت اہلحدیث سے ایک پارٹی جدا ہو گئی ہے۔

اس تفسیر کے [illegible] میں ایک رسالہ اربعین شائع ہوا۔ پھر اسکے جواب و مقابلہ میں ایک رسالہ "الکلام المبین" نکلا ان رسائل اور تفسیر کی اشاعت سے جو تفرقہ اہلحدیث امرتسر میں ہوا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔ اس تفرقہ کو دور کرنے کے لئے جو کوشش یہ خادم قوم دو سال سے کر رہا ہے وہ ناظرین نصیحت نامہ نمبر اول تا نمبر چہارم "و ہیر خانی اہل الوفا" پر مخفی نہیں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس تفرقہ کا ہنوز روز اول ہے

[illegible] نصیحت نامہ نمبر اول اور ہیر خانی اہل الوفا جلد ۲ میں اور نصیحت نامہ نمبر ۲ و ۳ و ۴ جلد ۲۱ میں۔

اوراس کوشش پر یہ مصرعہ صادق آرہا ہے ع مرض بڑہتا گیا جوں جوں دوا کی ✦

ان رسائل متقابلہ میں فیصلہ کرانے کے لئے آرہ وغیرہ بلاد بنگال کے تین مشہور مولوی (مولوی عبد اللہ صاحب غازی پوری - مولوی شمس الحق صاحب عظیم آبادی - مولوی عین الحق بہاری) حکم (منصف) بنائے گئے - جن کو مؤلف تفسیر جدید (معدن تفریق) نے منصف بنایا اور صرف بعض ممبران رسالہ اربعین نے بھی مان لیا - اس رسالہ کے جامعین اور ارکان عظام نے منصف تسلیم نہ کیا - ان منصفوں نے ان دونو رسائل اور تفسیر جدید کے متعلق اپنا فیصلہ شائع کردیا ہے جو شنبہ کو خاکسار کی نظر سے بہی گذرا -

ان حضرات نے اس فیصلہ میں اپنے کتابی علم کو صرف مسائل جزئیہ اربعین کی بحث میں صرف کردیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو مواخذات اربعین ہی کے سب صحیح ہیں اور نہ جوابات کلام المبین سب کے سب صحیح ہیں اور حق دونو جانب میں دائر ہے - گو غلبہ و ترجیح جانب اربعین کو ہے * اس فیصلہ کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ حکموں نے بالاتفاق یہ فیصلہ کردیا ہے کہ وہ تفسیر معدن تفریق پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور وہ تفسیر محدثین کی روش و مشرب کے موافق نہیں ہے جس سے اہلحدیث کو فائدہ پہنچے بلکہ وہ ایسی تفسیر ہے جس سے اہل بدعت (معتزلہ نیچریہ وغیرہ) فائدہ اٹھاسکتے ہیں اس فیصلہ کو دیکھ کر ظاہری اور سطحی نظر والے اشخاص تو خوش ہو گئے ہونگے - مگر باریک بین اشخاص اس فیصلہ سے خوش نہیں ہیں - اور یہ شکایت کرتے ہیں کہ اس فیصلہ میں منشائے نزاع و اختلاف اور اسکے نتیجہ پر کماینبغی بحث نہیں کی گئی - اور جو الزام مفسر پر لگایا گیا تھا - کہ وہ اس تفسیر کی وجہ سے اہلحدیث سے خارج اور اہل بدعت میں داخل ہے - انہیں اور اس الزام کے رفع کے دلائل میں نظر غائر اور موازنہ کرکے اسکو نہیں اٹھایا گیا صرف سرسری نظر سے یا کسی مصلحت یا حکمت عملی سے یہ کہدیا ہے - کہ مؤلف تفسیر جدید اہلحدیث سے خارج نہیں ہے - اس خاکسار کہن سال خادم اہلحدیث کو اس امر کا پہلے ہی سے

* اس ظاہری فیصلہ کے ساتھ بعض حضرات منصفین نے اس تفسیر کے بحیثیت منشا کو ظاہر [illegible]

کھٹکا تھا (جو بعض حضرات کی سادگی فہم سے اور بعض کے پرائیویٹ خطوط سے پیدا ہوا تھا) اس لئے خاکسار نے باوجودیکہ وہ فریقین سے علٰحدہ تھا - اور اربعین میں اس کی تحریر کا درج ہوکر شائع ہونا اس کی اجازت کے بغیر ہوا ہے (چنانچہ مضمون بیوفائی ابوالوفا میں صفحہ ۱۶۸ بیان ہو چکا ہے) اثنائے زمانہ تحکیم میں اپنا مضمون "اہلحدیث اور انکا مذہب" اور مضمون نصیحت نامہ نمبر اول اور مضمون بیوفائی ابوالوفا" کو جن میں اس فیصلہ کے متعلق امر تنقیح طلب کی تحقیق و تنقیح کی ہدایت درج تھی - ان منصفوں کی خدمت میں بھیجا اور متعدد خطوط کے ذریعے عرض کیا - کہ وہ حضرات اپنے خداداد و کتابی علم کے ساتھ فہم سے بھی کام لیکر اپنی نظر و توجہ کو صرف جزئیات محل مواخذہ میں محدود نہ رکھیں - بلکہ انکے اصل اصول ومنشا کے میدان میں (جس سے وہ جزئیات پیدا ہوئی ہیں) جولانی دیں - اور تعمق نظر و جولانی فکر یہ تنقیح کریں کہ مؤلف تفسیر جدید نے جو اکثر مقامات میں تفسیر بالماثور چھوڑ کر بہ تقلید فرقہ ضالہ معتزلہ وغیرہ کہیں لغت پر کہیں صرف انکی تقلید پر اعتماد کیا ہے - اس کا اصل اصول کیا ہے - کیا وہ لغت کو حدیث سے اور اقوال معتزلہ کو اقوال علمائے سلف سے مقدم رکھتا ہے - یا اس سے یہ امر توارد اور اتفاقیہ طور سے اور غلطی فہم کر وقوع میں آیا ہے اس امر کی تنقیح کے واسطے خاکسار نے ان مضامین میں مظان و مواضع تحقیق (مؤلف تفسیر کے رسائل) آیات متشابہات" اور "کلام الیقین کے" ابتدائی وتمہیدی فصول ثلاثہ کے بھی نشان دہی کردی - ان مضامین کے علاوہ متعدد خطوط میں انکی جائے تحقیق بتادی - اس نصیحت و خیرخواہی و نشان دہی مواضع تحقیق پر بھی خدا جانے ان حضرات حکموں نے اپنے فکر رسا و تعمق نظر کو اس امر کی تنقیح و تحقیق کیطرف کیوں متوجہ نہ فرمایا - اور "نصیحت نامہ" و "بیوفائی" کے چند فقروں پر سرسری نظر کرکے یہ فیصلہ کیوں کردیا - کہ مؤلف تفسیر جدید اہلحدیث سے خارج نہیں ہے - اس فیصلہ میں

نہ توانہوں نے خود ان فصول ثلاثہ کے مضامین کو توجہ سے پڑھا اور نہ ہی خاکسار
ناصح مشفق و مخبر صادق و شاہد ناطق کی شہادت و تتمہ بیان لیا۔ اور نہ میری شہادت
پر کراس ایگزمنیشن (سوالات جرح) کو متوجہ کیا۔ کہ تم جو بیان کرتے ہو۔ اور اسپر
فصول ثلاثہ رسائل مذکورہ کا حوالہ دیتے ہو۔ یہ خلاف واقعہ ہے۔ یا تصحیح طلب ہے
تم اس کا تفصیل سے ثبوت دو۔ اور ہماری اجلاس میں وہ ثبوت پیش کرو۔
الغرض اس خاکسار شاہد عدل مصداق حدیث* الا اخبرکم بخیر الشہود سے کوئی
بات نہ پوچھی اور نہ اس کو جواب خطوط دیکر یہ اطلاع دی کہ تمہارا بیان و شہادت
لائق قبول نہیں ہے۔ لہذا اسکو داخل دفتر کر دیا گیا ہے۔ اور خاکسار کو اپنے ہی تحریر
میں خواہ مخواہ و بلا استرضاء ایک فریق بناکر اسکی نسبت قضاء علی الغائب اور یکطرفہ
فیصلہ کر دیا۔ کہ مؤلف تفسیر جدید اہلحدیث میں داخل ہے۔ اس کو تمہارا اہلحدیث
سے خارج کرنا خلاف انصاف ہے۔ اس قضاء علے الغائب اور یکطرفہ ڈگری میں ان
حضرات منصفوں سے سخت اور ڈبل غلطی ہوئی ہے۔ کہ انہوں نے باوجودیکہ
اس خاکسار کے مضمون اہلحدیث اور انکا مذہب" کی شرط و اصول کو جو بصفحہ
۱۵/۱۷ نمبر ۵ جلد ۲۰ بیان ہوا ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے "مگر وہ اسمیں شرط انصاف
یہ ہے کہ جس مذہب سے وہ اس کو خارج کریں۔ اس کی واقعی اور مسلمہ اصول کی عدم
تسلیم کی شہادت سے خارج کریں اور جس مذہب کیطرف اس کو منسوب کریں اسکے
مسلمہ اصول کی پیروی کی شہادت سے منسوب کریں" بایں الفاظ مان لیا ہے۔ کہ یہ
انصاف مولنا (خاکسار کو فرماتے ہیں) کا نہایت قابل قدر ہے" جسکی وجہ سے خاکسار
ان حضرات کی حق گوئی کی داد دیتا ہے۔ اور انکے اس منصفانہ تسلیم و قدردانی
کا دل سے شکر گذار ہے) مگر اس شکریہ کے ساتھ اس امر کا شاکی بھی ہے۔ کہ

* مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۹ میں حدیث ملاحظہ ہو۔

ان حضرات نے اس فیصلہ میں اس خاکسار کو اپنے ہی اصول مسلمہ و شرط انصاف کی مخالفت کا مرتکب ٹھہرایا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ "مؤلف تفسیر کو اہلحدیث سے خارج کرنے کے وقت تمنے اپنی شرط کا خود لحاظ نہیں کیا۔ یہ بلحاظ تب تسلیم کیا جاتا جبکہ تم تین امور کو پیش نظر رکھتے۔ اول مؤلف تفسیر جدید کا مذہب کیا ہے۔ دوم اس مذہب کا لازم کیا ہے (جو تمہارے نزدیک عین مذہب نہیں ہوتا) سوم اس لازم کا التزام اسکے عمل یا کلام میں کہاں پایا جاتا ہے۔ جبتک اہلحدیث سے خارج کرنے کا اسکی نسبت حکم لگایا گیا ہے یہ اہلحدیث سے اسکو خارج کرنے میں تمسے فروگذاشت ہوئی ہے۔ ایسی ہی اسکو اہل بدعت میں داخل کرنے میں تم سے اپنی شرط و اصول کا خلاف ہوا ہے۔ تمنے صرف تین وجوہ کے لحاظ سے اس کو داخل اہل بدعت کیا ہے۔

وجہ اوّل۔ اقوال معتزلہ سے بیزاری ظاہر نہ کرنا۔ دوم انکے اقوال کا تمسک کرنا۔ سوم ابومسلم کی بدگوئی سے منع کرنا حالانکہ کسی مذہب میں داخل کرنے کیلئے اس مذہب کے اصول کا التزام تمہارے نزدیک شرط ہے۔ جس کو تمنے اس مفسر کی نسبت ثابت نہیں کیا۔"

یہ ادان حضرات کے قضاء علی الغائب اور یکطرفہ ڈگری کا خلاصہ مطلب ہے اور جو اس ڈگری میں خاکسار پر مواخذات لفظیہ کئے گئے ہیں۔ اور وہ بھی غلط اور بالکل غلط ہیں۔ انکو یہ خاکسار اصل مطلب سے اجنبی سمجھ کر انکا نوٹس لینا نہیں چاہتا وآرانجا کہ یہ تینوں منصف میرے قدیم دوست ہیں۔ اور ان تینوں کا کتابی علم میرے نزدیک مسلم ہے۔ لہذا میں فیصلہ کی غلطی کا اپیل بغرض درخواست نظر ثانی پہلے انہی حضرات کی خدمات میں پیش کرتا ہوں اور ان سے خواستگار ہوں کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں۔ پھر اگر وہ اس اپیل کو پڑھ کر میری غلطی مجھے سمجھا دیں تو

میں اس فیصلہ کو بدل مان لونگا اور اگر وہ اپنی غلطی کو سمجھ لیں۔ تو وہ اس فیصلہ کو جو میرے خیال کی نسبت انہوں نے کیا ہے۔ منسوخ کریں اور واپس لیں اور اگر اس اپیل کو دیکھ کر بھی وہ نہ میری غلطی مجھے سمجھا دیں اور نہ اپنی غلطی کو سمجھیں گے اور نہ اسکو واپس لینگے۔ تو پھر یہ اپیل رسالہ میں درج ہو کر پبلک اہلحدیث میں مشتہر ہو گا اہل حدیث کے علما خود انصاف کر لیں گے۔ کہ حق بجانب کس شخص کے ہے اور ان حضرات کے جواب میں مجھے یہ کہنا کافی ہوگا۔ کہ آپکا فیصلہ میرے حق کوئی اثر نہیں رکھتا۔ میں نے آپکو کب منصف تسلیم کیا تھا۔ کہ آپنے میری نسبت یہ فیصلہ ظاہر کر دیا۔ اور مثل مشہور ہے تو مان نہ مان میں تیرا مہمان کا۔ پر عمل کر دکھایا۔ اور اگر یہ آپکا خیال و مدعا ہو۔ کہ مضمون بیوفائی کے صفحہ ۱۶۹ صفحہ ۱۷۰ میں تمنے ہمکو منصف مان لیا تھا اسلئے ہمنے تمہارے حق میں یہ فیصلہ کیا ہے تو اسکے جواب میں یہ کہا جائے گا۔ کہ یہ آپکی دوسری غلطی ہے۔ اس مقام میں مئے شرطیہ طور پر یہ کہا تھا۔ کہ اگر میرا تحریری یا تقریری بیان و دلائل سنکر منصف نے فیصلہ کیا تو میں مان لونگا۔ آپنے میری اس شرط کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ خود بخود منصف بن کر مجھسے کوئی بیان تحریری یا تقریری نہ لیا اور یکطرفہ فیصلہ کر دیا۔ تو آپکا یہ فیصلہ کیونکر لائق تسلیم ہے آپکے اس فیصلے قبل از بیان [illegible] بلکہ برخلاف نصوص مندرجہ مضمون تتمہ نے آپکو اس عہدہ سے منصفی پر قائم نہیں رہنے دیا لہذا آپ لوگوں کا کوئی فیصلہ آیندہ بھی لائق قبول نہ ہوگا۔ آپ اپنے خیال پر خوش رہئے۔ خاکسار اپنے حال میں سے

تو و طوبے و ما و قامت یار + فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ذیل میں وجوہات اپیل بیان ہوتے ہیں۔ توجہ سے سنے جائیں اگر منصف رہنا چاہتے ہیں +

* جو مضامین [illegible]

وجوہات اپیل

وجوہات اپیل بہت ہیں مگر اس مقام میں دو وجہیں پیش کی جاتی ہیں زیادہ سامعہ خراشی کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ اول یہ کہ میں نے تفسیر جدید (معدن تفریق) کے مؤلف کو دائرہ اہل حدیث سے خارج کرنے میں اپنے اصول و شرط انصاف کا خلاف ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ آپ صاحبوں نے نظر سرسری اور جلد بازی و نافہمی سے کام لیا۔ جیسے ثبوت طلب کئے بلا اور میرا بیان لینے سے پہلے مجھ پر قضاء علی الغیب کردی۔ میں اپنے رسالہ نمبر ۵ کے صفحہ ۸۱* میں امر اول و دوم کا کافی بیان و ثبوت دے چکا تھا۔ آپ فیصلہ سے پہلے مجھ سے ثبوت طلب کرتے تو میں وہ نمبر آپکے سامنے پیش کر دیتا۔ اب نظر ثانی کے اجلاس میں وہ ثبوت پیش کرتا ہوں اور وہ نمبر ملاحظہ کے لیے روانہ خدمت کرتا ہوں (مطبوعہ اوراق صفحہ ۸۱* ۲ سے صفحہ ۲۲۶ جلد ۲۰ تک ملاحظہ ہوں) رہا ثبوت امر سوم یعنے امر لازم کا التزام سو یہ بھی اس نمبر میں مفسر جدید کی نسبت ثابت ہو چکا ہے۔ اسکی مزید توضیح و تشریح اس اپیل میں بھی کی جاتی ہے۔

اشاعت اربعین کے وقت سے یہ خاکسار ناتوان اور میرے معزز دوست مولوی احمد اللہ صاحب رئیس امرت سر بلا واسطہ اوستاذ مؤلف تفسیر جدید اور ایک جماعت اعیان اہلحدیث سے (جنمیں خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر مؤلف تفسیر کے ایڈیٹر یگانگت و سکرٹری یا وزیر اعظم خواجہ حبیب اللہ صاحب سوداگر پشمینہ ہیں) مفسر کے درپے ہو رہے ہیں اور متعدد مجالس میں انکو بلا کر ترغیب و ترہیب و درشتی و نرمی ہر طرح اُن سے التجا کر چکے ہیں کہ کاش تفسیر

* یہ نمبر صفحات اوراق جلد ۲۰ کے ہیں جو اُن حضرات کے پاس تھی

ہیں جو آپ سے احادیث صحیحہ نبویہ کے برخلاف کہیں صرف لغت سے کہیں اقوال متبا عین کی تقلید سے تفسیر ہو چکی ہے۔ اس سے آپ رجوع کریں۔ اور اس مضمون کا اشتہار دیں کہ ہم احادیث صحیحہ نبویہ کو تقلید اقوال متبعین پر ترجیح دیتے ہیں۔ آپ اس اشتہار کا مضمون دینگے۔ تو تمام مواخذات آپکے اوپر سے رفع ہو جائیں گے اور ہماری تحریرات جو آپکے خلاف چھپ چکی ہیں۔ وہ شائع نہ ہونگی۔ اور اگر شائع ہونگی۔ تو انکے ساتھ ایسی تحریر بھی شائع کی جائے گی جس سے سابق تحریرات کالعدم تک ہو جائیں۔ اور آپ پر انکا برا اثر نہ پڑے۔ مگر وہ عزیز ایسا دلیر اور شیر بہادر اور ہٹ کا پکا اور ضد میں یکہ (یکتا) ہے کہ وہ ایک کی نہیں سنتا۔ اور رجوع کا نام لینے کو اپنی ارفع شان کے مخالف جانتا ہے۔ اور صاف کہتا ہے کہ میں نے اپنی تفسیر میں کونسی غلطی کی ہے۔ جس سے رجوع کروں۔ اور اس انکار و اصرار میں وہ خسرو کے اس مصرعہ کا مصداق ہو رہا ہے ع

"خلقے بمت یک طرف آں شوخ تنہا یکطرف"

کل ۱۳ مئی سنہ ۰۶ء کی شام کا ذکر ہے کہ وہ عزیز شوخ اور اسکے ایڈیکانگ خواجہ حبیب اللہ صاحب اور میرزمان شاہ صاحب برادر زادہ مولوی احمد اللہ صاحب خاکسار کی مشایعت کی نیت سے ریلوے سٹیشن امرتسر تک آئے۔ تو خاکسار اور ان دونو صاحبوں نے پھر انکو رجوع کے واسطے کہا۔ میرے منہ سے یہ بھی نکل گیا کہ آپ آیت کو تر وغیرہ کی تفسیر کی غلطی کو دلمیں تو سمجھ گئے ہیں۔ مگر رجوع کرنے کو اپنی شان کے خلاف جانتے ہیں۔ اسکے جواب و مقابلہ میں انہوں نے خاکسار کو کہدیا۔ کہ آپ دل سے سمجھ چکے ہیں کہ میں اس تفسیر میں حق پر ہوں۔ مگر زبان سے

ہذا اعلان مشتہرہ مولوی احمد اللہ صاحب اور اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۶ فروری سنہ ۰۶ء میں جو اسکے اقوال منقول ہیں ان سے اسکا رجوع ثابت نہیں ہوتا۔ دیکھو صفحہ ۵۳ و ۱۲ جلد ۱۲

اقرار نہیں کرتے اور اپنی بات کے پچ کرتے ہیں۔ اسکے جواب میں بیٹنے حلفیہ طور پر انکو یقین دلانے کے لیے یہہ کہا کہ جو شخص اپنی غلطی کو جان اور مان کر اس سے رجوع نہ کرے۔ اور اپنی بات کی پچ کرے۔ وہ خدا پرست مسلمان نہیں نفس پرست کافر ہے۔ اسپر خدا اسکا حلال حرام ہے۔ آپ بھی اپنے دعوی میں سچے ہیں۔ تو آپ بھی ایسا کہیں۔ مگر اسکی جرأت آپ سے نہ ہوسکی۔ فرمایئے اس سے بڑھ التزام کیا ہوگا۔

حضرات منصفین آپ صاحبان بھی ہمت کریں اور اس شخص سے دو سطریں اس مضمون کی تحریر کرادیں کہ میں تفسیر قرآن کے باب میں احادیث نبویہ وآثار سلفیہ کو عام لغت سے اور اقوال متبدعین سے مقدم سمجھتا ہوں اور جو اس اصول کے برخلاف مجھسے آیت کوثر وغیرہ آیات کی تفسیر ہوچکی ہے۔ اس سے میں رجوع کرتا ہوں اور آیندہ کے لئے ان مقامات کی اصلاح وتصحیح کا وعدہ دیتا ہوں تو اس صورت میں مفسر مذکور کا جماعت اہل حدیث میں داخل ہونے کو تسلیم کیا جاویگا۔ اور رسالہ اشاعۃ السنۃ ودیگر اخبارات میں اس کا اشتہار عمل میں آوے گا۔ اور جو فتوے اسکے حق میں بنظر موجودہ التزام لگایا گیا ہے کہ وہ اہلحدیث سے خارج اور اہل بدعت میں داخل ہے واپس لیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالے اور اگر آپ کے کہنے سے بھی اسنے کچھ نہ مانا اور اس رجوع کا اشتہار نہ دیا۔ اور اس مصر عہ پر عمل کیا کہ

"ساری خدائی یک طرف وہ شیخ تنہا یک طرف"

تو آپ بھی اپنے اس فیصلہ کو کہ وہ اہلحدیث میں داخل ہے منسوخ کریں اور جماعت اور مصدقین اربعین کے ساتھ متفق اللسان ہو جائیں۔ اس التزام کا ثبوت وجہ دوم میں بھی مفسر جدید کی صریح کلام سے بھی نقل کیا جائے گا جس میں آپنے صاف کہا ہے کہ حدیث کوثر وغیرہ قرآن کے مخالف ہیں اور اسوجہ سے وہ تفسیر نہیں ہوسکتیں۔

وجہ دوم۔ خاکسار نے صرف وجوہ ثلاثہ مذکورہ کو پیش نظر رکھ کر اسکو معتزلہ وغیرہ و اہل بدعت میں داخل نہیں کیا۔ بلکہ اسکے التزام اس اصول معتزلہ کو کہ بلالحاظ سنت و آثار سلف آیت کی تفسیر مجرد لغت عرب سے جائز ہے۔ اور اقوال صحابہ وغیرہ سلف کو چھوڑ کر اقوال اہل بدعت سے تمسک درست ہے پیش نظر رکھ کر اس کو اہل بدعت میں داخل کیا ہے۔ اسکا یہ التزام ہمارے بیان سابق سے بخوبی ثابت ہے۔ تاہم اس مقام میں اس کا صریح کلام فصول ثلاثہ رسائل مذکورہ (جن کی طرف خاکسار آپ حضرات کو توجہ دلا چکا ہے۔ اور آپ صاحبوں نے توجہ نہیں فرمائی) اس التزام کا متضمن نقل کیا جاتا ہے:۔

فصل اول۔ رسالہ آیات متشابہات کے صفحہ دوم میں یہ سوال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے سمجھنے کا طریق کیا ہے۔ پھر چند آیات اس مضمون کی کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ نقل کر کے اسکے صفحہ ۳ میں کہا ہے۔ ان آیات سے اس سوال کا جواب بخوبی ملتا ہے۔ کہ عربی زبان کے محاورات کا معلوم کرنا قرآن مجید کے سمجھنے کا واحد طریق ہے۔ (حضرات منصفین اس لفظ واحد کو توجہ سے پڑھیں اور داد انصاف دیکر کہیں کہ کیا اس سے احادیث و آثار کی مدد سے قرآن مجید کی سمجھنے اور تفسیر کرنے کی جس پر اہل سنت متفق ہیں نفی نہیں پائی جاتی۔ آپکی رای اس مفہوم سے اتفاق نہ کرے تو اور تصریح سنیں) پھر اس خیال کی تائید میں چند اقوال مفسرین جن میں ایک قول بھی اس خیال کا مؤید نہیں نقل کر کے کیا ہے۔ نقل کر کے صفحہ ۹ میں کہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صحیح تفسیر وہی جو محاورہ عرب کے موافق ہو۔ خواہ اس تفسیر کا قائل کوئی پہلے گذرا ہو یا نہ گذرا ہو۔ بلکہ آج ہی جگہ آج سے بھی بعد کسی کی سمجھ میں آئی ہو۔ مگر موافق محاورہ عرب کے ہو اور غلط تفسیر وہ ہے جو عربی محاورے اور عربی لغت کے خلاف ہو۔ چاہے اسکا قائل کوئی ہی

پہلے بزرگوں میں سے کسی نے کی ہو۔ یا نئے لوگوں میں سے کسی کی ایجاد ہو۔
اے حضرات منصفین ان اقوال میں صاف تصریح ہے کہ مفسر جدید کے نزدیک
قرآن مجید کی تفسیر کا طریق صرف ایک یہی طریق ہے کہ صرف محاورہ عرب سے توافق
پیش نظر رہے۔ اسمیں توافق حدیث یا آثار سلف کے لحاظ کوئی ضرورت نہیں رکھتا
اسکے نزدیک وہ تفسیر جو نہ تو حدیث میں آئی ہو۔ اور نہ کسی صحابی یا کسی تابعی نے
کی ہو۔ نہ کسی سنی مفسر نے اور وہ صرف ایک مردود معتزلی کی تفسیر ہو۔ اور محاورہ
عرب سے صرف اس کا جواز و گنجائش نکلتی ہو۔ گو خاصکر اسکا متعین ہونا ثابت نہو تو
وہ تفسیر لائق اعتبار و قبول ہے۔ حضرات اسکی مثالیں آپکو سامنے میں پیش
کرنا ضروری نہ تھا۔ مگر اس خیال سے کہ آپکی توجہ مفسر کے فیصلہ میں ہے۔ اور
اسکے نکتہ چینیوں کیطرف کم ہے۔ ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ تفسیر جلد
کے صفحہ ۲۷ میں قرآن مجید کے مذکورہ طیور حضرت ابراہیم کے جز کی جو تفسیر اسنے
کی ہے وہ نہ کسی حدیث کے موافق ہے نہ کسی صحابی یا تابعی یا اور کسی مفسر سنی کی تفسیر
ہے۔ بلکہ وہ صرف ابو مسلم معتزلی کی تفسیر ہے۔ چنانچہ امام رازی نے تفسیر کبیر جلد
دوم کے صفحہ ۴۹۴ میں بیان کیا ہے۔ کہ ابو مسلم سے پہلے تمام مفسرین کا اس
پر اتفاق تھا کہ ان جانوروں کو ذبح کر کے ان کے اجزا کو متفرق کیا گیا تھا۔
مفسر جدید نے تمام سنی مفسر مسلمانوں کو چھوڑ کر تبقلید سرسید ابو مسلم کی پیروی
کی ہے اور اسپر جو دلیل پیش کی ہے وہ اس معنی کو جو معنی ابو مسلم نے اختیار
کئے ہیں۔ ثابت و متعین نہیں کرتے۔ یہ امر آپکے فیصلہ میں بھی موجود ہے۔
دوسری مثال اپنے تفسیر جدید کے صفحہ ۱۹۷ آیت الحسنی وزیادۃ کی
تفسیر قدر اعمال سے زیادہ ثواب ملنے سے کی ہے جس میں اسنے اس تفسیر
حدیث نبوی کو کہ زیادۃ سے دیدار الہی مراد ہے ترک کر کے اسکے مقابلہ میں

جبائی معتزلی اور اسکے خلیفہ سر سید کی تقلید یا موافقت اختیار کی ہے۔ باوجودیکہ لغت عرب معنی مفسرہ حدیث نبوی کو بھی شامل ہے (تفسیر کبیر جلد چہارم کا صفحہ ۳۲۸۔ اور تفسیر نیچری ملاحظہ ہو) ایسی ہی مثالیں اس تفسیر میں اور بہت ہیں کہ از انجملہ چار مثالیں تفصیل و دلیل کے ساتھ بیان کرکے مفسر جدید کے پاس عرصہ تقریباً دو سال سے بھیجی گئی ہیں۔ جن کا اسنے آجتک نہ کوئی ردّ و جواب دیا ہے۔ اور نہ ان مثالوں کو قبول کرکے اپنی غلطی کو تسلیم کیا ہے۔ جس سے اسکے لزوم مذہب کا التزام ثابت ہوتا ہے۔ پھر اسی رسالہ کے فصل دوم میں سوال کیا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید کے ساتھ حدیث شریف کا کیا تعلق ہے۔ اس سوال کے جواب میں بصفحہ ۱۰ رسالہ کہتا ہے۔ کہ قرآن مجید کے ساتھ حدیث کی نسبت چار قسم پر ہے (۱) یہ کہ ایک حکم قرآن سے ثابت ہو اور حدیث سے بھی وہی ہو۔

ویؔ تفسیر کبیر میں ہے القول الثانی انہ لایجوز حمل ہذہ الآیۃ علی الرؤیۃ قالت المعتزلۃ ویدل علی ذلک وجوہ الاول ان الدلائل العقلیۃ دلت علی ان رویۃ اللہ ممتنعۃ و الثانی ان الزیادۃ یجب ان تکون من جنس المزید علیہ و رؤیۃ اللہ تعالیٰ لیست من جنس نعیم الجنۃ والثالث ان الخبر الذی تمسکتم بہ فی ہذا الباب ہو ما روی ان الزیادۃ ہی النظر الی وجہ اللہ وہذا الخبر یوجب التشبیہ × × × فوجب حملہ علی شیٔ اخر و عند ہذا قال الجبائی الحسنی عبارۃ عن الثواب المستحق والزیادۃ ما یزید علی ہذا الثواب من الفضل ۔

انتہی قول جبائی کا ترجمہ سر سید نے تفسیر نیچری جلد چہارم کے صفحہ ۱۷۲ میں یہ کیا ہے کہ ان لوگوں کے لیے جو نیکی کرتے ہیں نیکی ہے۔ اور اسپر کچھ زیادہ اسی کا ترجمہ میں مفسر جدید نے کیا ہے۔

اسکی تسلیم و تعمیل میں تو کوئی بھی چون و چرا نہیں کرتا (۲) یہ کہ قرآن مجید ایک حکم کے بارے میں ساکت ہو۔ مگر حدیث شریف سے اس کا پتہ ملتا ہو۔ جیسے کتے بلی کی حرمت یہ بھی سب کے نزدیک بلا تاویل معتبر ہے۔ (۳) یہ کہ قرآن کے مخالف حکم حدیث ثابت ہو۔ مثلاً قرآن شریف میں کوئی حکم عام ہے۔ مگر حدیث میں اس کو کسی خاص وقت یا حالت اور کیفیت سے مخصوص کیا جاوے۔ جس کو علمائے اصول کے محاورہ میں تخصیص کہتے ہیں۔ جس کی متفقہ مثال یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں میتہ کی حرمت کا حکم ہے مگر حدیث شریف میں مچھلی اور ٹڈی مردہ کے کھا لینے کی اجازت ہے اس تخصیص کے مسئلہ میں علمائے اسلام کا باہمی اختلاف ہے۔ جمہور حنفیہ اسکے مخالف ہیں۔ اور دیگر علمائے اہلحدیث و شافعی اسکے جواز کے قائل ہیں۔ مگر یہ اختلاف ایک اور اختلاف کی فرع ہے۔ وہ یہ ہے کہ عموم قرآنی ہو یا کوئی اور اپنے افراد و مسمیات میں قطعی شمول رکھتا ہے۔ یا ظنی۔ علمائے حنفیہ چونکہ عموم کا شمول قطعی کہتے ہیں۔ اسلئے وہ حدیث خبر واحد جو تواتر او شہرت کی حد تک نہ پہنچی ہو قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں مانتے۔ کیونکہ اس صورت میں بقول انکے ادنے کو اعلے پر غلبہ دینا لازم آتا ہے۔ اسلئے کہ حدیث کا وصول تو ظنی ہے اور قرآن کا وصول اور اسکے عموم کا شمول یقینی۔ پس ظنی سے یقینی کی تخصیص جائز نہیں مگر شافعیہ وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ عموم کا شمول اپنے افراد میں یقینی اور قطعی نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے۔ اسلئے ظن سے ظنی کی تخصیص جائز ہے۔

خاکسار راقم کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔ کہ عام اپنے افراد کے شمول میں قطعی نہیں (۴) ایک قسم کی مخالفت حدیث کی قرآن سے یہ ہو کہ قرآن مجید کے الفاظ یا سیاق میں جو مضمون یا مدعا سمجھ میں آوے۔ حدیث میں اسکے خلاف ہو۔ اسکی تمثیل میں مفسر جدید نے حدیث ہو کا اہل بیت

اور حدیث ھو مسجدی کو بمقابل و برخلاف آیت تطہیر و آیت لمسجد اسس علی
التقوی کے ذکر کیا ہے۔ اور ان احادیث کی مخالفت کی اثبات میں کذب اور
مغالطے سے بہت کام لیا ہے۔

تیسری مثال حدیث حوض کوثر بیان کی ہے۔ اور اس کو آیت انا اعطیناک
الکوثر کے خلاف قرار دیا ہے۔ اور اس میں بھی کذب اور مغالطے سے کام لیکر بزعم
فاسد خود یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے۔ اسلئے یہ تفسیر
آیت قرآن نہیں ہوسکتی۔

اس قسم چہارم کے مخالف قرآن اعذرنا قابل مفسر قرآن ہونے کے ثبوت
میں اس رسالہ کے صفحہ ۱۰۱ میں محدثین کا یہ سوال لکھا ہے۔ کہ جبکہ سرور کائنات صلعم نے
آیت کی تفسیر خود کردی اور بتلا دیا کہ اہل بیت سے مراد اولاد پاک ہے تو ہمارا کیا حق ہے
کہ ہم چون چرا کریں۔ پھر اسکے جواب میں کہا ہے کہ واقعی ان حضرات کا اخلاص اور
حدیث شریف سے حسن ظن قابل مدح ہے۔ مگر گذارش یہ ہے کہ اصل مدار وصول حدیث
پر ہے چونکہ قرآن کا وصول ہم کو بطریق تواتر ہوا ہے۔ اور حدیث کا بطریق احاد
اس درجہ کا نہیں اسلئے دونوں کی تعیین میں فرق ہے۔ یعنی جو بات سیاق قرآن
سے معلوم ہوگی ماصدق کے مقابلے میں حدیث کی تعیین مراد و تفسیر* قبول نہ کیجائیگی
کیونکہ قرآن کا ثبوت قطعی ہے اور حدیث کا ظنی۔ علاوہ ثبوت التزام جسکی واسطے نقل کیا گیا
اسے حضرات منصفین اس کلام مفسر جدید میں آپکی توجہ کے لائق دو امر ہیں

امر اول مفسر جدید کی کلام سابق میں خبر واحد سے جو ظنی ہے عموم قرآن کی
جو قطعی الثبوت ہے تخصیص کو جو ظاہر عموم و اطلاق قرآن کے مخالف ہوتی ہے
جائز رکھا ہے اور یہی مذہب اہلحدیث کا بتایا ہے اور اس مقام میں اس حدیث
کے ظنی ہونے کی نظر سے اس کا مفسر قرآن ہونا اور بعض معنی کی تعیین و تفسیر کرنا

* ناظرین خط آنجناب حافظ صاحب ایں قول مفسر جدید کو ملاحظہ کریں کہ اسمیں وہ تعیین مراد کے معنی تفسیر بیان کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعیین ماصدق سے انکی مراد تفسیر ہوتی ہے - اس سے ہماری بیان صفحہ ۱۳۸ و خط حافظ صاحب کی تصدیق بمقابلہ مفسر جدید کے قول سے ہوگئی -

ناجائز بتلایا ہے۔ حالانکہ صورت تخصیص میں اطلاق و عموم قرآن کا رفع پایا جاتا تاکہ اسی واسطے حنفیہ اس تخصیص کو جو نص متراخی سے ہو نسخ قرار دیتے ہیں اور اسی وجہ سے خبر واحد سے تخصیص عموم قرآن جائز نہیں رکھتے اور صورت تفسیر و تعیین مراد میں مخالفت کلیۃً نہیں ہوتی بلکہ فی الجملہ موافقت پائی جاتی ہے۔ دیکھو احادیث ثلاثہ (حدیث هؤلاء اهل بيتي اور حدیث مسجدی اور حدیث حوض کوثر) الفاظ قرآن مجید اہل بیت و مسجد و کوثر کے شمول اور بحکم لغت عرب مصداق ہو سکتے ہیں پھر اس تفسیر و تعیین کو ناجائز کہنا اور اس تخصیص عموم کو جائز رکھنا قول بالمتناقضین نہیں تو اور کیا ہے اور یہ قول مذہب اہلحدیث کے کیونکر موافق ہو سکتا ہے۔ اور جس کا یہ خیال و اعتقاد ہو وہ اہل حدیث کہلانے کا کیونکر مستحق ہو سکتا ہے۔

امر دوم۔ خبر واحد کی نسبت مفسر جدید کا یہ خیال و مقال سر سید کے اس قول سے ماخوذ ہے جو عام احادیث کے رد و توہین میں انہوں نے کہا لکھا ہے اور وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۵ کے صفحہ ۱۳۶ میں منقول ہو چکا ہے کہ "علمائے متقدمین نے جو کچھ رائے احادیث صحیحہ کی نسبت قائم کی ہے وہ صرف انکی رائے ہے۔ کوئی حدیث یا حکم منجانب شارع اسپر نہیں ہے پس ہمارا بھی یہی مقصود ہے کہ جہاں تک ممکن ہے ہم بھی ان راویوں اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھیں اور ہمیشہ دل سے حسن ظن انکی طرف رکھیں۔ مگر ایسا کرنے میں بالکل ند رہے نہ ہو جاویں کہ خود کچھ بھی خیال نہ کریں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم (۱) (۲) (۳) اصول کے حدیث نبوی ٹھہرانے کے لئے کوئی عمدہ اصول قرار دیں"

حضرات منصفین یہ قول مفسر جدید اگر اسی قول سر سید کا ماخوذ ہے۔ اور اس سے ملتا جلتا ہے تو فرمایئے کہ اس صریح انکار مفسر ہونے حدیث کے ساتھ بھی آپ اس مفسر جدید کو اہل حدیث کہیں گے۔ اور نیچریوں میں داخل نہ کرینگے۔ اور اگر یہ قول

مفسر جدید قول سرسید سے ماخوذ نہیں ہے تو بنظر ہدایت و اصلاحی نصیحت آپ فرماویں کہ اہل حدیث کے اقوال میں اس قول مفسر جدید کا مستند کہاں پایا جاتا ہے اور روئے زمین کے اہلحدیث سے کوئی بھی قائل ہے کہ خبر واحد ظنی ہونیکی وجہ سے معانی محتملہ الفاظ قرآن سے کسی معنی کی تعیین یعنی تفسیر نہیں کر سکتی۔ اور جو اقوال کو مفسر جدید نے اپنے خیال کی تائید میں پیش کیا ہے۔ ان میں کوئی بھی ایسا قول ہے جس میں یہ اصول تسلیم کیا گیا ہو۔

پھر اس رسالہ کے صفحہ ۲۶ میں بضمن فصل سوم یہ سوال کیا ہے کہ قرآن مجید کون لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ پھر اسکا جواب یہ دیا ہے وہ قرآن شریف کو سمجھ سکتے ہیں جو عربی میں بخوبی ماہر ہوں۔ چاہے کسی قرن کے ہوں۔ پھر اسکے ثبوت میں دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ از انجملہ ایک کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے۔ جس میں تمیز نہیں ہوسکتی کہ اسکا پہلا حصہ اچھا ہے یا پچھلا۔ دوسری حدیث کہ قرآن مجید کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ پھر صفحہ ۲۷ میں کہا ہے ان دونو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے معنے اور تفسیر کی کوئی حد نہیں ہوسکتی۔ ہر ایک زمانہ کے لوگ اسکے عجائبات کو بحسب استعداد علمی سمجھتے رہینگے۔ پھر صحابہ و تابعین کے بعض آیات قرآن کی تفسیر میں اختلاف نقل کرکے صفحہ ۳۰ میں کہا ہے بعض بزرگوں کو حسن ظنی سے اسمیں غلطی لگتی ہے کہ وہ اس حدیث کو پیش کرتے ہیں جسمیں قرون ثلاثہ کی خیریت اور فضیلت کی خبر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ان تین زمانے کے لوگوں کی بہتری آنحضرتؐ نے بتلائی ہے۔ تو تفسیر دانی بھی ان پر ختم ہے۔

پھر صفحہ ۳۱ میں کہا ہے کہ خیریت و فضیلت اس زمانہ کی انکی نیک نیتی اور حسن اخلاق پر مبنی تھی۔ مگر علم و فضل اور شے ہیں۔ اخیر میں کہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر کے لئے کسی زمانہ کے علما کی پابندی نہیں ہے۔ بلکہ ہر زمانہ میں بپابندی اصول

دین یعنی قرآن و حدیث و زبان عربی کے لحاظ سے ہر ایک عالم کا حق ہے۔ کہ قرآن شریف کو اپنے علم و استعداد سے سمجھے۔ خواہ پہلے لوگوں میں اسکا کوئی موافق ہو یا نہ ہو۔ مگر دلیل رکھتا ہو"

حضرات منصفین ان اقوال کا لب لباب یہی ہے کہ تفسیر قرآن میں موافقت تفسیر نبوی اور موافقت یا مخالفت آثار اعیان قرون ثلاثہ کے کچھ پروا نہیں۔ پچھلے زمانہ کا کوئی مردود معتزلی نیچری بھی اگر کسی آیت کی ایسی تفسیر کرے جو صحابہ و تابعین اور تمام سلف صالحین کے مخالف ہو تو وہ بھی مقبول ہے اگر لغت و محاورہ عرب کی شہادت سے اسکی گنجایش نکلے۔ آخری فقرہ میں جو قید بپابندی قرآن و حدیث لگائی گئی ہے اسکا مطلب نہیں کہ اس معتزلی کی تفسیر کا قرآن و حدیث میں مستند دیکھا جاویگا اور قرآن و حدیث سے اسکا توافق ہوگا تب اس تفسیر کو قبول کیا جاویگا اس امر کی ضرورت کو تو پچھلی کلام میں صاف مٹا چکا ہے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے اسکی صریح مخالفت نہو (موافقت ہو خواہ نہ ہو اسکی کچھ پروا نہیں ہے) اس اصول کے مطابق وہ جزء طیور ابراہیم علیہ السلام اور زیادہ آیت للحسنی و زیادۃ کی اقوال معتزلہ ابو مسلم و جبائی سے تفسیر کرتا ہے باوجودیکہ قرآن و حدیث میں اکا مستند کوئی نہیں اور نہ قرآن و حدیث سے انکو توافق ہے۔ اور جو تفسیر ان آیات کی حدیث میں یا اقوال سلف میں آچکی ہے اس کو تفسیر قرآن نہیں مانتا۔

ایسا ہی مفسر جدید نے رسالہ الکلام المبین کی فصل اول کے صفحہ ۳ میں یہ سوال کیا ہے کہ قرآن مجید سمجھنے کا طریق کیا ہے اور اسکا وہی جواب دیا ہے جو فصل اول آیات متشابہات میں دیا ہے پھر فصل دوم کے صفحہ ۵ میں سلف کی تفسیر کے متعلق اصول حدیث سے یہ اقوال نقل کئے ہیں کہ صحابی کا

قول و فعل حجت نہیں اور انکی تفسیر حجت نہیں بجز اس تفسیر کے جو شان نزول آیت کے متعلق ہو۔ اور پھر صحابہ و تابعین کا اختلاف تفسیر بعض آیت قرآن میں نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۱ میں کہا ہے۔ مذکورہ بالا عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ سلف صالحین میں بھی یہی طریق تھا کہ ہر ایک عالم بپابندی قواعد تفسیر قرآن شریف کے معنے کرتے تھے اور تفسیر کے فن میں کوئی متاخر کسی متقدم کے قول کو بذات خود سند نہیں سمجھتا تھا۔ پھر صـ۱۲ میں کہا ہے۔ اگر کسی صاحب کو خدا سمجھ عطا کرے تو بپابندی اصول تفسیر وہ بھی تفسیر کرسکتا ہے۔ خواہ ان اقوال کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ پھر اسکی فصل سوم پر صفحہ ۱۵ یہ سوال کیا ہے کہ کسی گمراہ شخص یا فرقہ کی کسی سچی اور مدلل بات کا تسلیم آنا بھی جائز ہے یا نہیں پھر اسکا جواب یہ دیا ہے کہ تنگ دل کہا کرتے ہیں کہ چونکہ یہ قول فلاں فلاں معتزلی یا شیعہ کا ہے اسلئے ہم اس کو غلط جانتے ہیں۔ پھر یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ حق جہاں پاؤ وہاں سے لیلو۔ گو شیعہ یا معتزلی کا قول ہو اور اسپر خاکسار کا یہ عمل کہ مسٹر بلنٹ کا ایک قول حق لے لیتا اور یہ قول کہ کسی بھی بات میں دوسرے کے مذہب سے توافق رکھنا اپنے مذہب سے نکلنے کا موجب نہیں ہوسکتا شاہد ٹھہرایا اور بخاری وغیرہ محدثین کا یہ عمل کہ وہ خوارج و شیعہ وغیرہ کی احادیث قبول کرچکے ہیں۔

حضرات مصنفین ان فصول میں بھی مفسر جدید نے اپنا وہی مذہب ظاہر کیا ہے۔ رسول ثلاثہ رسالہ آیات متشابہات سے ظاہر ہوچکا ہے۔ ان فصول کے مضامین کی نسبت یہ بات واجب العرض ہے کہ کسی اہلحدیث کے نزدیک تو دو نو رسائل کی پہلی فصلونکے اس مضمون سے انکار ہے کہ قرآن عربی زبان ہے اور اسکا سمجھنا عربی زباندانی کے سوا نہیں ہوسکتا ہے۔ اور نہ پہلے رسالہ

کی تیسری اور دوسرے رسالہ کی دوسری فصل کے اس مضمون سے انکار ہے کہ صحابہ وتابعین کے اقوال وآرائے مختلفہ حجت شرعی نہیں ہیں۔ اور نہ دوسرے رسالہ کی تیسری فصل کے اس مضمون کی نسبت اختلاف وانکار ہے کہ جو حق ہم کو حقانی وسائل سے پہونچے اور اسپر ہمارا دین شاہد ہو وہ غیر حقانی اشخاص کے منہ سے نکلے تو اس کو قبول کر لیا جاوے۔

محل اختلاف تو فصل دوم رسالہ اول وفصل سوم ہر دو رسالہ میں صرف دوامر ہیں اول یہہ کہ جو قرآن مجید کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح ثابت ہو وہ اور معانی لغویہ سے مقدم ہے یا نہیں۔

دوم یہہ کہ مختلف آثار واقوال صحابہ وتابعین جو تفسیر قرآن میں مروی ہوں اور شہادت محاورہ ولغت عربی انپر موجود ہو تو وہ باوجود حجت شرعی نہ ہونے کے ان اقوال متاخرین اہل بدعت واہواسے جنپر بجز انکے فہم اجتہاد کے کوئی دلیل کتاب وسنت سے نہ ہو تو وہ باوجود حجت شرعی نہ ہونے کے ان اقوال متاخرین اہل بدعت واہواسے جنپر بجز انکی فہم واجتہاد کے کوئی دلیل کتاب وسنت سے نہو احق بالقبول واقدم ہیں یا نہیں مفسر جدید نے ان دونو سوالوں کا جواب بشق نفی دیا ہے* اور انکے مخالف اہلحدیث جن میں یہہ خاکسار بھی داخل ہے بشق اثبات دیا ہے اور انکے خیال میں یہی اہل حدیث کا مذہب ہے۔ اسکے ثبوت میں وہ اقوال محدثین ومفسرین کے ایسے اقوال کو پیش کرتے ہیں۔ جن کو مفسر جدید بھی مان چکے ہیں تا انکے سامنے وہ اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔ خدا کرے آپحضرات بھی وہ اقوال توجہ سے سنیں اور داد انصاف دیں۔ وہ اقوال تفسیر اتقان میں منقول ہیں۔ جبکہ مفسر جدید نے تین دفعہ قبول کیا ہوا ہے اور اپنا

* یعنی حدیث نبوی کو معانی لغویہ پر اور اقوال صحابہ کو اقوال معتزلہ پر کوئی ترجیح نہیں ہے اگر معانی لغویہ اور اقوال معتزلہ محاورات عرب کے مطابق ہوں مفسر جدید کے اس جواب پر ہمارے دلائل ثلاثہ کے (جو خط اسمی حافظ صاحب کے ص۱۱ میں) مفسر کے خارج از اہلحدیث اور داخل فرق معتزلہ ہونے پر ہم نے ۲
قائم کئے ہیں) صغریات بجنبہ ثابت ہیں۔

حکم بنایا ہوا ہے۔ اولاً بخطاب علمائے امرتسر بتاریخ ۲۰ رمضان ۱۳۲۱ھ (کلام المبین صفحہ ۴ ملاحظہ ہو) ثانیاً خاکسار کے استفسار کے جواب میں بتاریخ ۳۰ محرم ۱۳۲۲ھ (قلمی دستخطی تحریر مفسر جدید موجود ہے) ثالثاً

تفسیر اتقان کے نوع ۷۸ میں بصفحہ ۵۳۵

النوع الثامن والسبعون معرفة شروط المفسر وآدابه۔ قال العلماء من اراد تفسير الكتاب العزيز طلبه اولاً من القرآن فما اجمل منه فی مكان فقد فسر فی موضع آخر وما اختصر فی مكان فقد بسط فی موضع آخر وقد الف ابن الجوزی كتاباً فی ما اجمل فی القرآن فی موضع وفسر فی موضع آخر منه واشرت الی امثلة منه فی نوع المجمل فان اعياه ذلك طلبه من السنة فانها شارحة للقرآن وموضحة له وقد قال الشافعی كل ما حكم به رسول الله صلی الله عليه وسلم فهو مما فهمه من القرآن قال تعالی انا انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله فی آيات اخر وقال صلی الله عليه وسلم الا انی اوتيت القرآن ومثله معه يعنی السنة فان لم تجده فی السنة رجع الی اقوال الصحابة فانهم

کہا ہے۔ کہ جو شخص تفسیر قرآن کا ارادہ رکھے وہ پہلے اسکو قرآن ہی سے تلاش کرے کیونکہ جو آیت قرآن مجمل ہے دوسری جگہ اس کی تفسیر ہو چکی ہے۔ اس تلاش سے وہ تھک جائے۔ تو پھر وہ تفسیر قرآن حدیث سے تلاش کرے۔ کیونکہ حدیث قرآن کی شرح و تفسیر کرتی ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے جو کچھ رسول خدا نے فرمایا ہے اسکو قرآن ہی سمجھکر فرمایا ہے (چنانچہ) خدا تعالےٰ نے کہا ہے ہمنے (اے رسول اللہ) تیری طرف قرآن اس لئے نازل کیا کہ تو خدا کے سمجھانے سے لوگوں میں فیصلہ کرے ایسی ہی اور آیات ہیں اور خود آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اور مثل قرآن اسکے ساتھ یعنے حدیث۔ پھر اگر حدیث میں بھی تفسیر قرآن نہ پائے تو قول اصحاب

ادری بذلك لما شاهدوه من القرآن
والاحوال عند نزوله ولما اختصوا به
من الفهم التام والعلم الصحيح والعمل الصالح
وقد قال الحاكم فى المستدرك ان تفسير
الصحابى الذى شهد الوحى والتنزيل له
حكم المرفوع وقال الامام ابو طالب الطبرى فى
اوائل تفسيره القول فى اداب المفسر اعلم
ان من شروطه صحة الاعتقاد اولاً ولزوم
سنة الدين فان كان مغموصاً عليه فى دينه
لا يؤتمن على الدنيا فكيف على الدين ثم لا يؤتمن
على الدين على اخبار من عالم فكيف يؤتمن
فى الاخبار عن اسرار الله ولانه لا يؤمن
ان كان متهما بالالحاد ان يبتغى الفتنة
ويغر الناس بلية وخداعة كدأب الباطنية
وغلاة الرافضية. وان كان متهما بالهوى
لم يؤمن ان تحمله هواه على ما يوافق بدعته
كدأب القدرية فان احدهم يصنف الكتاب
فى التفسير ومقصوده منها الايضاح خلال
المساكين ليصدهم عن اتباع السلف ولزوم
طريق الهدى ويجب ان يكون اعتماده
على النقل عن النبى صلى الله عليه وسلم وعن

نبوی کیطرف رجوع کرے۔ کیونکہ وہ تفسیر
قرآن خوب جانتے تھے۔ انہوں نے نزول
قرآن کے مواقع اور حالات کا مشاہدہ
کیا۔ اور وہ پورے فہم اور صحیح علم قرآن
اور نیک عمل سے خصوصیت رکھتے تھے۔
حاکم (امام محدث) نے مستدرک میں کہا ہے
تفسیر صحابی جسنے وحی کا اور اسکے مواقع
نزول کا ملاحظہ کیا ہو۔ ایسی ہے جیسی
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر۔
امام ابو طالب طبری نے اپنی تفسیر کے
شروع میں اداب و شروط مفسر کے بیان
میں کہا ہے کہ تو جان رکھ۔ کہ شروط تفسیر
سے (پہلی) شرط یہ ہے کہ مفسر صحیح العقیدہ
الاعتقاد ہو اور سنت کا التزام کرنیوالا ہو
اور اگر ایسا ہو کہ اسکے دین میں ہوائے
نفس میں ڈوبنے کا شبہ ہو۔ تو اسپر امور
دنیاوی میں امن و اعتماد نہیں ہوتا
چہ جائیکہ دین ہو۔ اور جب اسپر دنیاوی
خبروں میں امن و اعتماد نہو تو اسرار الٰہی
(تفسیر قرآن) میں کیونکر اعتماد ہو اور
مفسر پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ تفسیر میں

اصحابہ ومن عاصرھم ویتجنب المحدثات
واذا تعارضت اقوالھم وامکن الجمع
بینھما فعل نحو ان یتکلم علے الصراط المستقیم
واقوالھم فیہ ترجع الی شئ واحد فیما خذ
منھا ما یدخل فیہ الجمیع فلا تنافی بین القرآن
وطریق الانبیاء وطریق السنۃ وطریق
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وطریق ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما
ھذہ الاقوال افردہ کان حسنا وان
تعارضت رد الی ماثبت فیہ سمع وان لم
یجد سمعا وکان للاستدلال طریق الی
تقویۃ احدھما رجح ما قوی الاستدلال فیہ

احادیث نبوی اور اقوال صحابہ پر اعتماد
کرے اور اگر ان میں تعارض و اختلاف
ہو تو ان میں سے وہ بات اختیار کرے
جو جملہ اقوال میں پائی جاتی ہو اس لیے
کہ قرآن و انبیاء و صحابہ کے طریق میں
حقیقۃً فرق نہیں ہوتا۔ اور اگر اسکو
ان اقوال میں تعارض معلوم ہو تو وہ
قول اختیار کرے جس پر نقلی دلیل پائی
جاتی ہو۔ اور اگر کسی قول پر نقلی دلیل نہ ملے
تو (بدرجہ آخر) عقلی دلیل کیطرف رجوع
کرے۔ امام ابوطالب کا قول ختم ہوا۔

پھر اسکے صفحہ ۳۰۶ میں کہا ہے۔ کہ شیخ ابن تیمیہ نے اس کتاب میں

قال ابن تیمیۃ فی کتاب الفرقان ھذا
النوع یجب ان یعلم ان النبی صلے اللہ
علیہ وسلم بین لاصحابہ معانی القرآن
کما بین لھم الفاظہ فقولہ تعالی لتبین
للناس ما انزل الیھم یتناول ھذا و
ھذا وقد قال ابو عبد الرحمن السلمی
حدثنا الذین کانوا یقرؤن القرآن
کعثمان بن عفان وعبد اللہ بن مسعود
وغیرھما انھم کانوا اذا تعلموا من النبی

جو اس نوع میں تالیف کی ہے کہا ہے
کہ یہ بات معلوم کرنا واجب ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو قرآن
کے معنے بھی سکھائے ہیں۔ جیسے الفاظ
قرآن سکھائے ہیں۔ خدا کا یہ ارشاد کہ
"تو قرآن کو لوگوں کے سامنے بیان کر دے"
دونوں قسم لفظی و معنوی بیان کو شامل
ہے ابو عبد الرحمان سلمی نے کہا ہے کہ حضرت
عثمان و عبد اللہ بن مسعود جیسے صحابہ

صلی اللہ علیہ وسلم عشر آیات لم یتجاوزوھا
حتی یتعلموا ما فیھا من العلم والعمل
جمیعا ولھذا کانوا یبقون مدۃ فی حفظ
السورۃ وقال انس کان الرجل اذا قرء
البقرۃ وآل عمران جد فی اعیننا رواہ احمد
رواہ احمد واقام ابن عمر فی حفظ البقرۃ ثمان سنین

جو قرآن پڑھتے تھے۔ وہ دس آیت پڑھکر آگے نہ چلتے جبتک ان کا علم و عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ نہ لیتے اور وہ فرماتے کہ آنحضرت صلعم ہمکو علم وعمل سب کچھ سکھاتے تھے۔ اسلئے وہ ایک سورت کے یاد کرنے میں ایک مدت لگا دیتے۔ حضرت انس (صحابی) نے فرمایا ہے کہ ہم میں سے جب کوئی (صحابی) سورہ بقر و آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نظروں میں بزرگ سمجھا جاتا۔ اس روایت کو امام احمد نے نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عمر کو سورہ بقر کے سیکھنے میں آٹھ برس لگے اس روایت کو مؤطا میں نقل کیا ہے۔

(حضرات مصنفین اور تمام ناظرین آپ غور کریں اور داد انصاف دیں۔ کہ تفسیر قرآن کا مناط و مدار صرف لغت و محاورہ عرب پر ہوتا۔ تو صحابہ عظام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایک سورۃ کے سیکھنے میں سالہا سال کیوں لگ جاتے۔ لغت عرب تو اُن کی مادری زبان تھی۔)

اور اس کتاب کے صفحہ ۳۳۷ میں کتاب شیخ تیمیہ کی ایک اور فصل نقل کی ہے

والاختلاف فی التفسیر علی نوعین
منھا ما مستندہ النقل فقط ومنھا
ما یعلم بغیر ذلک والمنقول اما من
المعصوم او غیرہ ومنہ ما لا یمکن ذلک
وھذا القسم الذی لا یمکن معرفۃ
صحیحہ من ضعیفہ عامتہ مما لا فائدۃ

جسمیں یہ بیان ہے۔ کہ قرآن کی تفسیر میں جو اختلاف ہوتا ہے وہ دو قسم ہے ایک قسم وہ جسکی سند نقل سے ملتی ہے اور دوسری قسم وہ جسکی سند (النقل نہیں) عقل ہے۔ قسم اول کی نقل یا تو معصوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا جملہ صحابہ و

فیہ ولا حاجۃ لنا الی معرفتہ ذلک
کاختلافہم فی لون کلب اصحاب
الکہف واسمہ و فی البعض الذی ضرب
بہ القتیل من البقرۃ و فی قدر سفینۃ
نوح وخشبتہا و فی اسم الغلام الذی
قتلہ خضر علیہ السلام ونحو ذلک
فہذہ الامور طریق العلم بہا النقل
فما کان منہ منقولا نقلا صحیحا عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل وما لا بان
نقل من اہل الکتاب ککعب و وہب وقف
علی تصدیقہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا حدثکم اہل الکتاب فلا تصدقوہم
ولا تکذبوہم وکذا ما نقل عن التابعین
وان لم یذکروا انہ اخذہ عن اہل الکتاب
فاذا اختلف التابعون لم یکن بعض
اقوالہم حجۃ علی بعض وما نقل عن
الصحابۃ فالنفس الیہ اسکن مما نقل عن
التابعین لاحتمال ان یکون سمعہ من
النبی صلی اللہ علیہ وسلم او من بعض من سمعہ
منہ ولان نقل الصحابۃ عن اہل
الکتاب اقل من نقل التابعین ومع

تابعین (جو کسی امر میں اتفاق رکھتے ہوں)
سے ہوگی یا غیر معصوم سے (صحابہ و تابعین
سے جبکہ باہم مختلف ہوں) اور بعض
قسم تفسیر ایسا ہے جس کا علم یقینی ممکن
نہیں۔ اسی قسم سے ان کا اس قسم کا
اختلاف ہے کہ اصحاب کہف کے کتے کا
رنگ و نام کیا تھا۔ اور مقتول بنی اسرائیل
کو گائے کا کونسا ٹکڑا مارا گیا تھا۔ اور
کشتی نوح کسقدر تھی۔ اور حضرت خضرؑ کے
مقتول غلام کا نام کیا تھا۔ اس قسم کے
صحیح یا غیر صحیح جاننے کا عموماً کچھ فائدہ
نہیں۔ اور نہ اسکی حاجت ہے۔ ان امور نقلیہ
کی تسلیم کا طریق نقل ہی ہے۔ پس اگر وہ
نقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے
تو لائق قبول ہے۔ ورنہ جو اہل کتاب سے
منقول ہو۔ چنانچہ کعب احبار و وہب
(تابعی) ان سے نقل کرتے ہیں اسکی
تصدیق چاہئے نہ تکذیب ایسی ہی وہ
نقل جو صرف تابعین سے ہو جس کا
وہ منقول ہونا اہل کتاب سے بیان نہ
کریں۔ اور جب تابعین کا دیکھا اختلاف

جزم الصحابی بما یقوله کیف یقال
انه اخذه عن اهل الکتاب قد نهوا عن
تصدیقهم واما القسم الثانی الذی
یمکن معرفة الصحیح منه فهذا موجود
کثیرًا ولله الحمد- وان قال الامام
احمد ثلثة لیس لها اصل التفسیر و
الملاحم والمغازی وذلک لان الغالب
علیها المراسیل واما ما یعلم بالاستدلال
لا بالنقل فهذا اکثر ما فیه الخطاء من
جهتین حدثنا بعد تفسیر الصحابة و
التابعین وتابعیهم باحسان فان
التفاسیر التی یذکر کلام هؤلاء فیه
صرفًا لا یکاد یوجد منها شئ من هاتین
الجهتین مثل تفسیر عبد الرزاق و
الفریابی ووکیع واسحٰق وامثالهم
احدهما قوم اعتقدوا معانی ثم ارادوا
حمل الفاظ القرآن علیها- والثانی قوم
فسروا القرآن بمجرد ما یسوغ ان یریده
من کان من الناطقین بلغة العرب
من غیر نظر الی المتکلم بالقرآن و
المنزل علیه والمخاطب به فالاولون

ہو تو ایک کا قول دوسرے کے لئے
لائق سند نہیں ہوتا اور جو تفسیر صحابہ
نبوی سے بنقل صحیح منقول ہو اسکی
طرف نقل تابعین کی نسبت زیادہ
سکون و میلان ہوتا ہے کیونکہ صحابی
کا آنحضرت صلعم سے سننا یا آنحضرت صلعم کے
دیکھنے سننے والوں سے سننا اقوی امر
ہے- اور صحابہ کا اہل کتاب سے روایت
نقل کرنا بہت کم ہوا ہے- صحابہ کو اہل
کتاب کی تصدیق سے ممانعت ہو چکی
تھی- تو پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں
نے اہل کتاب سے روایت لی ہو-
باوجودیکہ جو وہ بیان کریں یقین
سے کرتے ہوں- قسم ثانی جس کی
صحت کا علم ممکن ہے (خدا کا شکر ہے)
کہ اس کا اکثر حصہ موجود ہے- اگرچہ
امام احمد نے یہ کہہ رکھا ہے- کہ تین
چیزوں (تفسیر- فتن- جنگ ناموں)
کی کوئی اصل نہیں- اس سے ان کی
مراد یہ ہے کہ ان امور میں اکثر
روایات بلا سند صحابہ مروی ہوتی ہیں

راعوا المعنی الذی رأوه من غیر نظر الی ما یستحقه الفاظ القرآن من الادلة والبیان - والاٰخرون راعوا مجرد اللفظ وما یجوز ان یرید به العربی من غیر نظر الی ما یصلح للمتکلم وسیاق الکلام ثم هؤلاء کثیرًا ما یغلطون فی احتمال اللفظ لذلک المعنی کما یغلط فی ذلک الذین قبلهم کما ان الاولین کثیرًا ما یغلطون فی صحة المعنی الذی فسروا به القرآن کما یغلط فی ذلک الاٰخرون و ان کان نظر الاولین الی المعنی اسبق ونظر الاٰخرین الی اللفظ اسبق والاولون صنفان تارة یسلبون لفظ القرآن ما دل علیه وارید به وتارة یحملونه علی ما لم یدل علیه ولم یرد به وفی کلام

اور جو تفسیر صرف عقلی استدلال سے ہو (نہ بنقل روایت) یہ اکثر اسی جگہ ہوتی ہے۔ جسمیں دو طریق سے خطا واقع ہوتی ہے۔ یہ دونوں طریق بعد زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکہ جن تفاسیر میں صرف صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے اقوال بیان ہوتے ہیں جیسے تفسیر عبدالرزاق و وکیع و اسحق وغیرہ ہے۔ ان میں ان دونوں طریق کا وجود پایا نہیں جاتا۔ ان دو طریق سے ایک طریق یہ ہے کہ بعض لوگ (پہلے) اپنے اعتقادی (عقلی) معنے دل میں ٹھہرا لیتے ہیں۔ پھر الفاظ قرآن کو ان معانی پر لگا لیتے ہیں وہ یہ لحاظ نہیں کرتے کہ الفاظ قرآن اور اسکا بیان کس معنے کا مستحق ہے۔ دوسرا* طریق یہ ہے کہ بعض* لوگ الفاظ قرآن

* یہ دونوں طریق ہمارے مفسر جدید سرسید کے شاگرد غیر رشید نے اختیار کئے ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے اعتقاد سے گھڑ کر ان معنے کے لئے الفاظ قرآن تلاش کرکے ان الفاظ کے معنے ایسے بیان کرتے ہیں جو مجرد لغت عرب سے قطع نظر متکلم و مخاطب،

(باقی بر صفحہ ۲۸۶)

الامرين قد يكون ما قصدوا
نفيه واثباته من المعنى باطلاً
فيكون خطاءهم في الدليل والمدلول
وقد يكون حقاً فيكون خطاءهم
في الدليل لا في المدلول فالذين
اخطاء وافيهما مثل طوائف من اهل
البدع اعتقد وامذاهب باطلة

کے وہ معنے کرتے ہیں جو صرف زبان عرب کے
الفاظ سے مراد لئے جا سکیں۔ اس میں نہ تو
یہ دیکھا جاوے کہ اس کا متکلم کون ہے اور نہ یہ
کہ اسکا مخاطب کون ہے اور نہ یہ کہ وہ کلام
کس شخص پر نازل ہوا۔ پس بلحاظ طریق اول کے
تو اپنے مرادی واعتقادی معنی کی رعایت
ولحاظ ہوتا ہے یہ لحاظ نہیں ہے تا کہ الفاظ

مراد لئے جا سکیں اس عربی مفسر سے بڑھکر دلاور وشیر بہادر وہ ہندی مفسر ہیں جو معنے الفاظ قرآن بیان کرنے میں لغت عرب کی بھی کچھ پروا نہیں رکھتے۔ جیسے داڑھی منڈوانے والے ہندی مفسر آیت کلا سوف تعلمون سے اپنے فعل کا جواز نکالتے ہیں۔ اور کسی پیاز کیا نے والے مفسر نے اپنے فعل کا جواز التحیات للہ کے کلمہ والصلوات سے نکالا تھا۔ چنانچہ صفحہ ۳۱۸ جلد ۱۹ میں مذکور ہوا۔ اور ایک بھلے مانس ہندی مفسر اپنے یک چشم مخاطب کو برا کہا۔ اور اسکا ثبوت آیت کان من الکافرین سے نکالا اور یہ شعر پیش کیا ؎

کانا جو کرے سخن اسکا نہ کر تو یقین + لکھا ہے قرآن میں کان من الکافرین

بھائے اور ہر ایک منصف مزاج کے خیال میں تو وہ جو نص حدیث صحیح نبوی کی شہادت سے کسی آیت کی مراد وتفسیر مقرر ومتعین ہو جانے کے بعد اس آیت کی تفسیر ومراد نبوی کے برخلاف صرف لغت عرب کرے اور وہ مفسر جو کسی آیت کے لفظ عربی کو ہندی سمجھکر اسکے ہندی معنے کرے دونوں یکساں ہیں یہ ہندی مفسر الفاظ قرآن کا مخالف ہے۔ تو وہ عربی مفسر معنے ومراد قرآن کا مخالف ہے اگر یہ ہندی مفسر خدا تعالے سے ہنسی کرتا ہے تو وہ عربی مفسر رسول کی تکذیب کا مرتکب ہے۔ فعلیہ ما علیہ۔

دیکھو حاشیہ صفحہ سابق ۲۰۹

عمدوا الى القرآن وتاولوه على رائهم وليس لهم سلف من الصحابة والتابعين لا في رائهم ولا في تفسيرهم وقد صنفوا تفاسير على اصول مذهبهم مثل تفسير عبد الرحمن بن كيسان وعبد الجبار والرماني والزمخشري امثالهم ومن هؤلاء من يكون حسن العبارة يدس البدعة في كلامه كصاحب الكشاف وغيره حتى انه يروج على خلق كثير من اهل السنة كثيرًا من تفاسيرهم الباطلة وتفسير ابن عطية وامثاله اتبع للسنة اسلم من البدعة ولو ذكر كلام المأثور عنهم على وجهه لكان احسن فانه كثيرًا ما ينقل من تفسير ابن جرير الطبري وهو من اجل التفاسير واعظمها ثم انه يدع ما ينقله ابن جرير عن السلف ويذكر ما يزعم انه قول المحققين وانما يعني به طائفة من اهل الكلام

قرآن اور انکے مفہوم و بیان کے مستحق کون سے معنے ہیں۔

دوسرے طریق والوں کو صرف الفاظ قرآن اور انکے مراد کا جو ایک عربی بولنے والا مراد ٹھہراسکے لحاظ ہوتا ہے یہ لحاظ نہیں ہوتا کہ قرآن کے متکلم اور اس کلام کی روانگی کے مناسب حال کونسے معنے ہیں۔ پھر اس طریق دوم کے لوگ بہت دفعہ ایسی غلطی کرتے ہیں کہ جو معنے وہ کرتے ہیں ان کا الفاظ قرآن میں احتمال ہی نہیں ہوتا۔ جیسکہ اس غلطی میں پہلے طریق والے بھی مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اور پہلے طریق والے اپنے اعتقادی معنی کی تفسیر کو صحیح سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ جیسے کہ یہ غلطی دوسرے طریق والے بھی کرتے ہیں۔ پہلے طریق والوں کی نگاہ اپنے اعتقادی معنوں کی طرف سبقت کرتی ہے۔ دوسرے طریق والوں کی نگاہ الفاظ کی طرف دوڑتی ہے۔ پہلے طریق والے پھر دو قسم ہوتے ہیں کبھی تو وہ قرآن کے اصلی مفہوم و مراد کی

الذین قردوا احوالھم بطریق
من جنس ما قررت بہ المعتزلۃ
اصولھم وان کانوا اقرب
الی السنۃ لکن ینبغی ان یعطی
کل ذی حق حقہ فان الصحابۃ
والتابعین والائمۃ اذا کان
لھم فی الآیۃ تفسیر وجاء
قوم فسروا الآیۃ بقول آخر
لاجل مذھب اعتقدوہ
وذلک المذھب لیس من مذاھب
الصحابۃ والتابعین صار
مشارکا للمعتزلۃ وغیرھم
من اھل البدعۃ فی مثل ھذا
وفی الجملۃ من عدل عن مذاھب
الصحابۃ والتابعین فی التفسیر الی
ما یخالف ذلک کان مخطئا بل
مبتدعا لانھم کانوا اعلم
بتفسیرہ ومعانیہ کما انھم
کانوا اعلم بالحق الذی بعث
اللہ بہ رسولہ - واما الذین
اخطاؤا فی الدلیل لا فی

نفی کرتے ہیں اور کبھی اصلی معنی کی نفی
نہیں کرتے بلکہ اس سے علاوہ اور معنی مراد
ٹھہراتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں کبھی
تو ان کا مقصود اصلی معنوں کی نفی سے اور اپنے
اعتقادی معنوں کے اثبات سے ایک باطل مدعا
ہوتا ہے۔ اس حالت میں دلیل و مدعا دونوں میں
ان سے خطا واقع ہوتی ہے اور کبھی انکا مقصود
ایک امر حق ہوتا ہے۔ اس صورت میں انکی خطا
صرف دلیل میں ہوتی ہے۔ انکی مثال وہ اہل
بدعت ہیں جنہوں نے مذاہب باطلہ کا اعتقاد
کیا۔ پھر قرآن کیطرف متوجہ ہو کر ان مذاہب
سے موافق آیت قرآن کی کوئی تاویل کرلی۔ ان
اہل بدعت کا اس فعل میں صحابہ ؓ تابعین سے کوئی
امام نہیں ہے۔ نہ انکی رائے و اعتقاد میں اور نہ
انکی تفسیر قرآن میں۔ انہوں نے اپنے مذہب کے
اصول پر تفسیریں تالیف کی ہیں جیسے تفسیر
عبدالرحمن بن کیسان اور تفسیر جبائی و تفسیر
زمخشری وغیرہ۔ ان لوگوں میں ایسے لوگ بھی
ہیں جو عمدہ عبارت آرائی کر کے اپنے کلام میں
بدعات ٹھونس چکے ہیں اور اکثر سادہ لوح ان
کو نہیں پہچانتے۔ انہوں نے عبارت آرائی سے

لاواقفی مصنفین

* اسکی مثال مفسر جدید کی تفسیر آیت کرتے ہے صفحہ ۲۲۱ مجلد ۱ و صفحہ ۱۳۵ جلد ہذا ملاحظہ ہو۔

المدلول فمثل كثير من الصوفية والوعاظ والفقهاء يفسرون القرآن بمعانٍ صحيحة في نفسها لكن القرآن لا يدل عليها مثل كثيرة مما ذكره السلمي في الحقائق وان كان فيها ذكره معاني باطلة دخل في القسم الاول انتهى كلام ابن تيمية ملخصا وهو نفيس جدا - قال الزركشي في البرهان للناظر في القرآن لطلب التفسير ماخذ كثيرة امهاتها اربعة - الاول النقل عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم وهذا هو الطراز المعلم ولكن

بہت سے اہل سنت میں اپنی تفسیروں کو مروج کیا ہے۔ ابن عطیہ کی تفسیر سنت کے موافق ہے اور بدعت سے محفوظ۔ اگر وہ کلام سلف کو اسی طرح ذکر کرتا اور اقوال اہل کلام کو اسی طرح ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا مگر وہ بہت جگہ تفسیر ابن جریر سے (جو اور تفسیروں سے بڑی عالی قدر تفسیر ہے) تفسیر سلف نقل کرتا ہوا اسے چھوڑ دیتا ہے اور اسکی جگہ بزعم خود ان محققین کا (جس سے اسکی مراد متکلمین ہوتے ہیں) کلام ذکر کر دیتا ہے جنہوں نے اپنا اصول اصول مذہب معتزلہ کے قریب قریب مقرر کیا ہے۔ اگرچہ وہ متکلمین معتزلہ کی نسبت سنت کی طرف قریب ہوتے ہیں۔ لیکن مناسب یہ تھا کہ ہر ایک حقدار کا حق پورا دیا جاتا (یعنے مذاہب سلف صحابہ کو کبھی بھی نہ چھوڑا جاتا) اور جبکہ صحابہ و تابعین و ائمہ صالحین کی تفسیر کسی آیت میں موجود ہو۔ اور پھر کوئی فرقہ اس آیت کی تفسیر اپنے مذہب کے (جو صحابہ و تابعین کا مذہب نہو) موافق کرے۔ تو وہ اس تفسیر میں معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کا شریک ہوگا۔ الحاصل جو شخص صحابہ و تابعین کی تفسیر سے عدول کرے اور ایسی تفسیر اختیار کرے جو تفسیر جملہ صحابہ و تابعین کے مخالف ہو۔ وہ خطا کار بلکہ مبتدع ہوگا کیونکہ صحابہ تفسیر و معنی قرآن کے بہت جاننے والے اور اس حق کو جسکے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے تھے خوب پہچاننے والے تھے [illegible] دلیل میں خطا کرتے ہیں۔ نہ مدعا میں اسکی مثال بہت سے صوفی اور واعظ ہیں جو قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو بجائے خود تو صحیح ہوتی ہیں مگر وہ الفاظ قرآن سے ثابت نہیں ہوتیں۔ ایسے معنی بہت سے ابو عبد الرحمن سلمی کی تفسیر حقائق میں بیان ہوئے ہیں۔

* اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس تفسیر میں جو کچھ منقول ہے صحیح ہے صفحہ ۲۲۶ جلد ہذا میں اس تفسیر کا حال پڑھو

شیخ ابن تیمیہ کا کلام ختم ہوا۔ صاحب اتقان نے اسکے حق میں فرمایا ہے کہ یہ کلام نہایت نفیس ہے۔ اور اسکے ص ۲۳۹ و ۲۴۰ میں کہا ہے کہ زرکشی نے کتاب برہان میں فرمایا ہے۔ کہ تفسیر قرآن کے محل اخذ و طالب بہت ہیں جن کے اصول چار ہیں (پہلا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل ہے یہ بڑا عالی شان ہے۔ لیکن اس میں واجب ہے کہ حدیث موضوع و ضعیف سے بچے۔ دوسرا ماخذ اقوال صحابہ ہیں انکی تفسیر محدثین کے نزدیک	یجب الحذر من الضعیف منه والموضوع فانه کثیر الثانی الاخذ بقول الصحابی

* حضرات منصفین آپ ہی اس کلام شیخ ابن تیمیہ کو حق و نفیس سمجھیں تو دادِ حق دیکر کہیں کہ مفسر جدید کے وہ نمبر جنکو آپنے غلط قرار دیا ہے اور وہ نمبر جنکو صحیح مان لیا ہے اور وہ نمبر جنسے تعرض نہیں کیا سب کے سب کیا اصول معتزلہ پر مبنی نہیں ہیں کہ تفسیر قرآن بمجرد لغت بلا لحاظ موافقت سنت و آثار سلف امت جائز ہے۔ اگر مفسر جدید اس تفسیر سے رجوع نکرے تو پھر بھی وہ اصول معتزلہ کا ملتزم نہ کہلائیگا۔ اور یہ بھی خدا کو حاضر و ناظر جانکر فرماویں کہ اگر آپ لوگوں کے نزدیک یہ کلام شیخ ابن تیمیہ حق و نفیس ہے۔ اور صاحب اتقان محدث نے بھی اسکو مان لیا ہے تو پھر صرف لغت عرب کی نظر سے بلا مراجعت حدیث و آثار بلکہ برخلاف آثار قرآن کریم کی تفسیر کو جائز رکھنا کیا مذہب و طریق محدثین قرار پاسکتا ہے؟ نہیں تو امرتسری مفسر جدید کا اپنے اس طریق کو کہ وہ آیت کوثر و آیت مسجد تقوی و آیت طیور ابراہیم علیہ السلام و آیت تطہیر وغیرہ آیات قرآن کو بزعم خود صرف لغت و سیاق کی دستاویز سے اپنے خیالی معانی سے تفسیر کرتا ہے۔ اور جو تفسیر ان آیات کی احادیث صحیح اور آثار سلفیہ میں وارد ہے۔ انکی تفسیر قرآن ہونے سے کہلے بند انکار کر چکا ہے۔ چنانچہ نصیحت نامہ نمبر ۳ و ۴۔ اور خط اسمی حافظ عبد اللہ صاحب میں ثابت کیا گیا ہے۔ وہ طریق بجز معتزلہ (خذلہم اللہ) کس مردود و ملعون محدث کا طریق ہے۔ اس سوال کا جواب مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری بھی دیں جنہوں نے اپنے اعلان میں اسکو اہلحدیث میں داخل کر لیا ہے۔ اور بعد اخراج از اہلحدیث اس کو سینہ سے لگالیا ہے۔

اے حضرات! ہمارے لئے آپکے پاؤں گور میں لٹکے ہوئے ہیں موت کو اور بعد الموت خدا تعالیٰ

فان تفسیرہ عندھم بمنزلۃ المرفوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما قالہ الحاکم فی المستدرک وقال الا... ...ب من الحنابلۃ یحتمل ا... لیہ اذا قلنا ان قولہ لیس...ۃ والصواب الاول لانہ من باب الروایۃ لا الرأی۔ الثالث الاخذ بمطلق اللغۃ فان القرآن نزل بلسان عربی وھذا ذکرہ جماعۃ ونص علیہ احمد فی مواضع لکن نقل الفضل بن زیاد عنہ انہ سئل عن القرآن یتمثل لہ الرجل ببیت من الشعر فقال ما یعجبنی ذلک ظاھرہ المنع۔ قال بعضھم فی جواز تفسیر القرآن بمقتضی اللغۃ روایتان عن احمد وقیل الکراھۃ تحمل علی من صرف

بمنزلہ تفسیر نبوی ہے۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک میں کہا ہے۔ ابوالخطاب حنبلی نے کہا ہے کہ اگر اقوال صحابہ کو حجت نہ کہیں تو اقوال صحابہ کیطرف رجوع نکریں لیکن صحیح قول یہی ہے کہ باب تفسیر میں انکے اقوال لائق سند ہیں۔ تیسرا ماخذ لغت عرب ہے کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور یہی ایک جماعت کا قول ہے۔ امام احمد نے کئی جگہ اسکی تصریح کی ہے۔ لیکن فضل بن زیاد نے امام احمد سے نقل کیا ہے۔ کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ تفسیر قرآن کی تائید میں عربی شعر پیش کرنا کیسا ہے۔ تو آپنے فرمایا مجھے یہ امر پسند نہیں ہے جس سے ظاہراً ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ بعض نے کہا ہے اس باب میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں۔ (ایک میں جواز ہے دوسری میں کراہت) بعض کا قول ہے کہ کراہت اس صورت میں ہے کہ قرآن کے ظاہری معنے (جو عام مخاطبوں نے سمجھے ہوں) چھوڑکر احتمالی معنے جو عرب کے عام محاورہ وکلام میں کم پائے

کے حضور میں حاضر ہونے کو پیش نظر رکھ کر جواب دیں۔ مولوی احمد اللہ صاحب آپنے دو دفعہ یہ عبارت تفسیر اتقان میرے سامنے پڑھکر اس مفسر جدید کے طریق کو طریق محدثین کے مخالف قرار دیا ہے پھر اسکے اس منافقانہ زبانی اقرار پر کہ محدثین کے طریق پر احادیث نبویہ کو تفسیر قرآن مانتا ہوں جسکے مراد اسکا وہی مستحدثہ طریق ہے جو تفسیر عربی اور رسالہ آیات متشابہات میں اسنے اختیار کیا ہوا ہے۔ اسکو سینہ سے لگا لیا ہے۔ اب تو آپکے حواس میں فتور واقع ہوگیا ہے اور پیام اجل قریب پہنچنے والا ہے۔ آپ ہی خدا سے ڈریں اور مداہنت ترک کریں

الآیۃ عن ظاھرھا الی معان خارجۃ محتملۃ یدل علیھا القلیل من کلام العرب ولا توجد غالبًا الا فی الشعر ویکون المتبادر خلافہ

الرابع التفسیر بما یقتضی معنی الکلام والمقتضب من قوۃ الشرع وھذا ھو الذی دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس رضی اللہ عنہ حیث قال اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل۔ والذی عناہ علی بقولہ الا فھمًا یوتاہ رجل فی القرآن ومن ھھنا اختلف الصحابۃ فی معنی الآیۃ واخذ کل برأیہ علی مقتضی نظرہ۔

ولا یجوز تفسیر القرآن بمجرد الرای والاجتھاد من غیر اصل قال اللہ تعالیٰ ولا تقف ما لیس لک بہ علم وقال ولا تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون ولتبین للناس ما نزل الیھم اضاف البیان الیہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من تکلم

جاتے ہوں صرف اشعار میں مستعمل ہوتے ہوں ۔مراد ٹھہرایا جائے جو سمجھا ماخذ مقتضائے کلام ہے جو شریعت (کتاب وسنت) سے ماخوذ ہو۔ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس علم سے مراد ہے جو حضرت ابن عباسؓ کے حق میں فرمائی تھی کہ خدایا اسکو دین میں سمجھ عطا کر۔ اور یہی حضرت علی کے اس قول سے مراد ہے جو انہوں نے فرمایا کہ ہمکو وہ فہم عطا کیا گیا ہے جو مسلمان کو عطا ہوتا ہے۔ اسی جگہ سے صحابہ کا بعض آیات قرآن میں اختلاف ہو گیا ہے۔ جو کچھ کسی نے اپنے خداداد فہم سے سمجھا اسکو تفسیر قرآن میں اختیار کیا۔

تفسیر قرآن صرف رائے و اجتہاد سے (جو کتاب وسنت کیطرف مستند نہو) جائز نہیں ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے جس کا تجھ کو علم (کتاب وسنت سے نہو) اسکے پیچھے نہ لگ۔ اور ارشاد ہے جو تم (قرآن وحدیث سے نہ جانو) خدا کے ذمہ نہ لگاؤ اور ارشاد ہے تیریطرف کتاب اسلئے اتاری ہے کہ تو لوگوں کے آگے بیان کردے جو خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس آیت میں بیان قرآن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے تفسیر قرآن اپنی رائے سے کی اسنے درست بات کہی تو بھی خطا کی کیونکہ وہ درستی

القرآن برایہ فاصاب فقد اخطأ
اخرجہ ابوداؤد والنسائی وقال
من قال فی القرآن بغیر علم
فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

اس بیت کی مصداق ہے ؎ گاہ باشد
کہ کودکے ناداں بہ غلط بر ہدف زند تیرے۔
اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ ایک حدیث
میں آیا ہے جو قرآن کی تفسیر بغیر علم (کتاب و
سنت) کرے۔ وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔

اور اسکے صفحہ ۵۱۴ میں ہے کہ ابن الانباری نے حدیث اوّل کے متعلق کہا ہے

قال ابن الانباری فی الحدیث الاول
حملہ بعض اھل العلم علی ان الرای یعنی
الھوی فمن قال فی القرآن مایوافق
ھواہ ولم یاخذہ عن ائمۃ السلف
واصاب فقد اخطأ لحکمہ علی القرآن
بما لا یعرف ولا یقف علی مذاھب
اھل الاثر والنقل عنہ۔ وقال فی
الحدیث الثانی لہ معنیان الاول من
قال فی مشکل القرآن بما لا یعرف
من مذاھب الاوائل من الصحابۃ
والتابعین ھو متعرض لسخط اللہ و
الآخر وھو الاصح من قال فی القرآن
قولاً یعلم ان الحق غیرہ فلیتبوأ مقعدہ
من النار۔
وکل لفظ احتمل احد المعنیین فصاعداً
فھو الذی لا یجوز بغیر العلماء الاجتہاد

اس حدیث میں بعض اہل علم وہ رائے مراد بتاتے
ہیں جسمیں ہوائے نفس کی پیروی پائی جائے
پس جو شخص تفسیر قرآن میں وہ اقوال
بیان کرے جو اسکی خواہش نفس کے مطابق
ہوں اور وہ ائمہ سلف اور اہل اثر سے
منقول نہوں اسنے اگر ٹھیک بات کہی
ہو تب بھی خطا کی۔ اور دوسری حدیث
کے متعلق کہا ہے کہ اسکے دو معنے ہیں۔
ایک یہ کہ قرآن کی مشکل آیت کی وہ تفسیر
کرے جو پہلے لوگوں صحابہ و تابعین کے
مذاہب سے معلوم نہو۔ ایسا شخص بیشک خدا تعالیٰ
کے غضب کا محل ہے۔ دوسرے معنی یہ
آیت قرآن کے ایک معنی حق سمجھکر (یعنے
قرآن حدیث میں موجود دیکھکر) پھر دوسرے
معنی (جو انہیں نہوں) اختیار کرے وہ
بھی بلا ریب اپنا ٹھکانا آگ میں بناتا ہے

نوٹ: یہ تخفہ مفسر جدید امرتسری اور اسکے امرتسری و آروی حامیوں کو ہے۔ جو اس انکار پر اسکے حامی ہیں
کہ ذات کو شرک کی تفسیر حدیث کو نز کو نہیں مانتا۔

فیہ وعلیہم اعتماد الشواھد والدلائل لا مجرد الرائ۔ فان کان احد المعنیین اظھر وجب الحمل علیہ الا ان یقوم دلیل علی ان المراد ھو الخفی۔ وان استویا والاستعمال فیھما حقیقۃ لکن فی احدھما حقیقۃ لغویۃ او عرفیۃ وفی الاخر شرعیۃ فالحمل علی الشرعیۃ اولی الا ان یدل علی ارادۃ اللغویۃ کما فی وصل علیھم ان صلواتک سکن لھم۔ (اتقان من صت ۵۳۵ لغایت صت ۵۴۴) ملخصاً۔

پھر اسکے صفحہ ۵۴۴ میں زرکشتی سے نقل کیا ہے کہ جو لفظ قرآن دو معنے یا زیادہ کا احتمال رکھتا ہو اسمیں بجز علماء کسی کو اجتہاد جائز نہیں۔ علماء پر بھی اسمیں یہی واجب ہے۔ کہ وہ صرف اپنی رائے سے کام لیں بلکہ دلائل وشواہد (کتاب وسنت) پر اعتماد کریں پھر اگر انمیں سے ایک معنے ظاہر ہوں (دوسری خفی) تو اس لفظ کے وہی معنی ظاہری مراد ٹھہرائے بجز اسحالت کے کہ کوئی دلیل شرعی معنے خفی کو مراد بتاتی ہو اور اگر دونوں معنے متساوی ہوں اوران دونوں میں اسکا استعمال حقیقی معنے میں ہوسکے۔ مگر ایک معنے میں وہ حقیقت لغوی یا حقیقت عرفی اور دوسرے معنے میں حقیقت شرعی بن سکے تو معنے حقیقت شرعی اس سے مراد ٹھہرانا لغوی وعرفی سے مقدم ہے۔ بجز اس حالت کے کہ کوئی دلیل فیصلہ کرے کہ وہاں معنے حقیقت لغوی مراد ہے۔ جیسے اس آیت میں جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اے رسول انکے لئے دعا کر۔ تیری دعا انکے لئے موجب طمانیت وبرکت ہے۔

بانیٔ حضرات منصفین و ناظرین خصوصاً امرتسری حامیین مفسر جدید نے اس اصول کا بھی خلاف کیا۔ اور رسالہ آیات متشابہات کے صفحہ ۱۲ میں کہا ہے کہ حقیقت احکام میں ہوتی ہے اخبار میں نہیں جو شریعت میں بطور حکایات گزشتہ یا بطور پیشگوئی آیندہ کے الفاظ یا عبارت آئی ہیں انکو ظاہر پر نہیں رکھتا۔ اور یہی بعینہ مرزا غلام احمد کا مذہب ہے جسکی بنا پر وہ پیشگوئیوں میں حقائق لغویہ چھوڑ کر مجاز و استعارہ کے معنے مراد لیتا ہے اور برملا یہ اصول بیان کرچکا ہے اسکو رسالہ ازالہ اوہام صت ۲۵۶ صت ۴۰۴ وصت ۳۳ وغیرہ ملاحظہ ہو۔ یہ بات حافظ عبداللہ صاحب آروی کے نام کے خط میں بھی سوجھائی گئی ہے صت ۱۳ حاشیہ بذا ملاحظہ ہو۔

ان عبارات تفسیر اتقان میں پانچ محدثین وغیرہ علماء اہلسنت (ابو طالب طبری۔ شیخ ابن تیمیہ۔ زرکشی۔ ابن الانباری اور خود امام سیوطی نے امر اول[1] و دوم[2] مندرجہ صفحہ ۲۴۸ کے باب میں وہی فیصلہ کیا اور جواب دیا ہے۔ جو خاکسار نے بصفحہ ۲۴۸ دیکھو عرض کیا تھا۔ کہ قرآن مجید کی (۱) وہ تفسیر جو حدیث نبوی سے بسند صحیح ثابت ہو اور معانی سے جو بشہادت لغت ہو سکیں مقدم ہے۔ اور (۲) اقوال صحابہ و تابعین جو تفسیر قرآن میں مروی ہوں اور شہادت لغت عرب ومحاورات عرب انکی مؤید ہوں اقوال اہل بدعت واہواء سے جن کا مستند مجرد لغت اور کوئی نہ ہو احق بالقبول ہیں۔ اور یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور ان دونوں اصول کا خلاف معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کا مذہب ہے اور جو شخص اس مذہب کا ملتزم ہو وہ بدعتی ومعتزلی ہے۔

حضرات منصفین! اگر آپ لوگ ان اکابر خمسہ کو محدث واہل سنت جانتے ہیں اور انکے فیصلہ واقوال مذکورہ کو برحق مانتے ہیں تو جن نمبروں میں اربعین کے آپ مفسر جدید پر غلطی کا التزام قائم کر چکے ہیں ان نمبروں کو ان وجوہات سے جن کو ہم اثبات صغریٰ میں پیش کر چکے ہیں اُن کو اصول معتزلہ پر مبنی قرار دیکر مفسر جدید کو اہلحدیث سے خارج اور معتزلہ میں داخل قرار دیں اور اپنے فیصلہ سابق کو منسوخ کرکے واپس لیں۔ اور اگر آپ لوگ ان حضرات خمسہ کو اہل حدیث واہل سنت نہیں جانتے اور ان کے فیصلہ وجواب مذکور کو حق نہیں ماننے تو آپ انکے مقابلہ میں کم سے کم ایک ہی محدث اہل سنت کا ایسا قول نقل کریں جس میں امر اول و دوم کے متعلق وہ بات کہی گئی ہو جو مفسر جدید نے کہی اور اپنی تفسیر میں اختیار کی ہوئی ہے کہ تفسیر قرآن مجرد لغت بلا لحاظ توافق تفسیر نبوی جائز ہے اور سلف صالحین صحابہ وتابعین کے اقوال کو چھوڑ کر معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کے اقوال کو تفسیر قرآن میں قبول کرنا جائز ہے۔

جو امر آپ سے نہ ہو سکا تو آپ کو تفسیر اتقان کا بیان وفیصلہ (جسکو آپکے موکل مفسر جدید نے مصنف مانا ہوا ہے) ماننا پڑے گا۔ اور اس فیصلہ کے مطابق

[1] صفحہ ۲۴۸ ملاحظہ ہو۔ [2] ان دو نو اصول مسلمہ اہل سنت سے ہمارے دلائل ثلاثہ مذکورہ صفحہ ۱۱۲ و صفحہ ۱۱۳

تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ آپکا موکل مفسر جدید اس عمل و التزام کیوجہ سے کہ وہ تفسیر قرآن کو بمجرد لغت بلالحاظ توافق تفسیر نبوی جائز رکھتا ہے اور سلف صالحین کے اقوال چھوڑ کر جبائی و جاحظ وغیرہ معتزلہ کے اقوال کو تفسیر میں قبول کرنے پر اصرار کر رہا ہے اور سمجھانے اور متنبہ کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔ اہلحدیث و اہل سنت سے خارج اور اہل بدعت میں داخل ہے اور آپکا سابق فیصلہ اس کے حق میں قابل نسخ ہے۔

یہ بات بھی آپ لوگوں کے غور و فکر کے قابل ہے کہ تفسیر قرآن کے باب میں جو آپ کے موکل مفسر کا عمل و دستور العمل ہے یہی بعینہ سرسید و مرزا غلام احمد و چکڑالوی کا دستور العمل ہے۔ وہ لوگ بھی بمجرد لغت تفسیر قرآن کرتے ہیں اور جس قول کو معتزلہ کا ہو خواہ کسی اور کا اپنے خیال کے موافق پاتے ہیں۔ اس سے استشہاد کرتے ہیں (تفسیر نیچری۔ تہذیب الاخلاق ازالہ اوہام قادیانی۔ تفسیر چکڑالوی ملاحظہ ہوں آپ کے پاس یہ کتابیں نہوں تو میں ارسال خدمت کروں)

آپ کے موکل مفسر نے جو رسالہ آیات متشابہات کے صفحہ ۷ میں ہمارے اس بیان کے برخلاف کہا ہے کہ یہ لوگ محاورہ عرب کو چھوڑ کر ٹیڑھے جاتے ہیں اسمیں وہ محض جھوٹھ بولا ہے۔ اور آپ جیسے سادہ حضرات کو اسنے دھوکہ دینا چاہا ہے۔ اگر آپ لوگوں پر اسکے اس دھوکہ نے کچھ اثر کیا ہو تو آپ اس سے اسکی کوئی مثال پوچھیں جسمیں انہوں نے لغت عرب کو چھوڑا ہو۔ میں اسکے مقابلہ میں دہ چند یا سو مثالیں ایسی پیش کرونگا (انشاء اللہ تعالے) جن میں انہوں نے اپنے خیال میں لغت و محاورہ عرب سے استشہاد کیا ہے۔ اور جبکہ اس عمل و اصول میں وہ سب یکساں ہیں تو پھر کیا انصاف ہے کہ آپ کے موکل مفسر اس عمل و اصول کے ساتھ خاصے بھلے اہلحدیث کہلاویں۔ اور وہ بیچارے نیچری وغیرہ ناموں سے یاد کئے جاویں اس تفصیل سے جبکہ [illegible] اقوال مندرجہ تفسیر اتقان ثابت کر دیا ہے

کہ جو طریق و عمل مفسر جدید نے اختیار کیا ہوا ہے یہ معتزلہ کا مذہب و طریق ہے۔ تو پھر خاکسار کو **حاجت** باقی نہیں رہی کہ مفسر جدید کے ان دلائل کا جنسے اس نے معتزلہ کے اقوال سے استدلال کرنے کا جواز نکالا ہے جواب دے۔ سنی اہلحدیث کے واسطے ان اقوال سے بچنے کی لئے یہی دلیل کافی و بس ہے کہ وہ اقوال معتزلہ ہیں جو سلف صالحین کے مخالف ہیں۔

مگر چونکہ جماعت **اہلحدیث** میں باوجود علم نہونے کے اور اسباب و آلات اجتہاد کے یکسر مفقود ہونے کے یوماً فیوماً اجتہاد بڑہتا جاتا ہے۔ اور مطلق تقلید یا اتباع ائمہ اہلحدیث و جمہور سلف کی بھی انکو کچھ پروا نہیں رہی جسکا انجام و آخری نتیجہ لامذہبی والحاد یہ خاکسار تیس۳۰ برس کے تجربہ سے مشاہدہ کر رہا ہے لہذا اکثر ہے کہ اسکے ان دلائل نے جہلاء مجتہدین فرقہ اہلحدیث پر اثر کیا ہو اور بعید نہیں کہ مصنفین فیصلہ آرہ باوجود دعوئے علم و کمال اسکے مغالطہ میں آکر ان دلائل کو صحیح سمجھکر دعوے جواز اتباع اقوال معتزلہ میں اس کو حق پر سمجھ بیٹھے ہوں۔ تبہی فصول ثلثہ اسکے رسائل آیات متشابہات والکلام المبین کو پڑھکر بھی اسکو اہلحدیث سے خارج اور معتزلہ میں داخل نہیں سمجھتے۔ اس خوف و خیال سے ان دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ جو دلائل اسنے جواز اخذ و اتباع اقوال معتزلہ وغیرہ اہل بدعت پر قائم کئے ہیں اور وہ عبارات فصول ثلثہ رسالہ آیات متشابہات میں منقول ہو چکے ہیں آٹھ ہیں۔

ازانجملہ ایک دلیل اسکی یہ ہے کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

مثل امتی کمطر لا یدری اوّلہ خیر ام اخرہ۔ ترمذی۔ (آیات متشابہات ص۲۷)

کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے جسمیں تمیز نہیں ہو سکتی کہ اسکا پہلا حصہ اچھا ہے یا پچھلا۔

اس حدیث کو مفسر جدید نے خیر امتی قرنی (جسکو بخاری و مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے) کے مقابلہ میں پیش کیا ہے اور اسکے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی

قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ ثم بعدہم قوم لیشہدون ولا یستشہدون ویخونون ولا یؤتمنون۔ (متفق علیہ)

وفی روایۃ للنسائی۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرموا اصحابی فانہم خیارکم ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یظہر الکذب (مشکوۃ ص۵۴۵ و ۵۴۶)

جواب میں اسنے وہ بات کہی ہے جو صفحہ ۷۵ میں اس سے نقل کی گئی ہے کہ صحابہ خیریت اور فضیلت اس زمانہ کی نیک نیتی اور حسن اخلاص پر مبنی ہے۔ مگر علم اور فضل اور شئے ہے۔ اور اس جواب سے اس نے یہ مدعا نکالا ہے۔ کہ ممکن ہے کہ ایک پچھلے زمانہ کا معتزلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم سے علم وفضیلت میں زیادہ ہو۔ اور وہ قرآن مجید کے وہ معنے صحیح سمجھے۔ جو صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم کی سمجھ میں نہ آئے ہوں۔

حضرات منصفین اور عامہ ناظرین وسامعین یہ بات کسی نے اہلحدیث سے آجتک نہیں کہی۔ اور نہ کہہ سکتا ہے۔ مفسر جدید ہی کا یہ ایمان واعتقاد ہے کہ یہ بات کہہ چکا ہے اور آپ حضرات کا حوصلہ اور غیرت ایمانی ہے کہ یہ بات اسکے رسالہ میں ملاحظہ کرتے ہیں اور پھر اسکو اہلحدیث کہتے ہیں سبحان اللہ اہلحدیث ہوں تو ایسے ہی ہوں۔

اب اس کا جواب بھی سنیں اور اپنے خداداد وکتابی علم سے کام لیکر داد انصاف دیں۔ وہ جواب وہ ہیں اول یہ کہ ثبت العرش ثم انقش (پہلے چھت بناؤ پھر اسپر نقش ونگار کی فکر کرو)

پہلے اسحدیث کی صحت ثابت کریں پھر جو مدعا اس سے نکالتے ہیں نکالیں اسکی صحت ہنوز ثابت ومسلم نہیں ہے۔

اس حدیث کا راوی یحیی بن حماد الخ باوجود صدوق ہونے کے خطا کیا کرتا۔ چنانچہ تقریب التہذیب میں کہا ہے "صدوق یخطئ" اور اس حدیث میں وہ متفرد ہے چنانچہ ترمذی اس حدیث کی نسبت صفحہ ۱۲۴ میں کہا ہے۔

یہ حسن غریب من هذا الوجہ" لہذا یہ حدیث قابل تسلیم واحتجاج نہیں ہے۔ خصوصاً حدیث متفق علیہ "خیر القرون امتی" کے مقابلہ میں۔ مفسر جدید کو اس حدیث کے استدلال پر اصرار ہے تو وہ اس حدیث کی صحت ثابت کرے - اور اسکے حامی مصنفین فیصلہ آرہ اس استدلال کو صحیح سمجھتے تو وہ اسکی تصحیح میں اسکو مدد دیں۔ ورنہ مستدل ومصدق ندامت کے ساتھ اس حدیث کو واپس لیں۔

جواب دوم بفرض تسلیم صحت اس حدیث کے معنے یہ ہوسکتے ہیں کہ جیسے

قال التورپشتی لا یحمل هذا الحدیث علی التردد فی فضل الاول علی الآخر فان القرن الاول هم المفضول علی سائر القرون من غیر شك وشبهة ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم وانما المراد به نفعهم فی بث الشریعة والذب عن الحقیقة حاصل کلام القاضی انه کما لا یحکم بوجود النفع فی بعض الامطار دون بعض فکذا لا یحکم بوجود الخیریة فی بعض افراد الامة دون بعض من جمیع الوجوه اذ الجهات مختلفة والکیفیات ومع هذا فالفضل للمتقدم وانما هذا تسلیة للمتاخر (مرقاة شرح مشکوة)

بعض اوقات پچھلی بارش زمین کو پہلی بارش کی نسبت زیادہ نفع پہنچا سکتی ہے ایسا ہی ممکن ہے کہ پچھلے زمانہ کے کسی شخص یا اشخاص سے اسلام کو وہ فائدہ پہنچے جو پہلے وقت میں نہ پہنچا ہو۔ مثلاً مسائل اسلام کی غیر ملکوں میں اور مختلف زمانوں میں تراجم کے ذریعہ اشاعت کرنا اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا عقلی ونقلی دلائل سے جواب دینا جیسے آجکل ہو رہا ہے۔ ایسا ہی تورپشتی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے۔

اس حدیث کے یہ معنے ممکن ہیں۔

اور اس معنے کا اس حدیث میں احتمال ہے تو پھر اس حدیث سے اس دعوے پر کہ پچھلے زمانہ کے متبع علم وفہم قرآن میں صحابہ سے افضل ہوسکتے ہیں استدلال کیونکر جائز ہے۔ اور یہ اس قرارداد اہلسنت والحدیث کو کہ اصحاب نبوی وغیرہ سلف علم وفہم قرآن میں سب سے افضل ہیں کیونکر توڑ سکتا ہے۔

دوسری دلیل جس سے مفسر جدید نے محدثات معتزلہ وغیرہ مبتدعین کا لائق قبول و اعتبار ہونا بزعم خود ثابت کیا ہے اسکا صفحہ ۵ - آیات متشابہات بین حدیث لاتنقضی عجائبہ کو پیش کرکے یہ کہنا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے معانی اور تفسیر کی کوئی حد نہیں ہو سکتی ہر ایک زمانہ کے لوگ اس کے عجائبات کو حسب استعداد علمی سمجھتے رہیں گے - اور یہ بعینہ وہی بات ہے جو مرزا غلام احمد نے اور اس سے پہلے سر سید نے کہہ رکھی ہے - اور اسی پر انکی تفسیر مخالف سلف کی بنا ہے - مرزا نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۵ میں کہا ہے " کھلا کھلا اعجاز قرآن وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ ہیں - جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتی جاتی ہیں اگر وہ حقائق دقائق ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامہ نہ ٹھہر سکتا " اس بیان کی ص ۳۲۲ تک تفصیل کرکے اُس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ " سلف صالح کے برخلاف معنی کرنے سے انسان ملحد نہیں ہوتا " اور یہی مفسر جدید کا ادعاء و مدعا ہے۔

پھر ازالہ کے صفحہ ۶۷۸ میں کہا ہے کہ جبکہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ میں کوئی ایسی خاصیت ثابت ہو جائے جو پہلوں پر نہیں کھلی تو کیا ممکن نہیں کہ قرآن مجید کے بعض عجیب حقائق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر نہیں کھلے۔

اسی اصول پر سر سید کی تفسیر و تہذیب الاخلاق کی نئی باتوں کی بنا ہے۔ اور جابجا اسپر تصریح ہے - ان عبارات ازالہ اوہام سے منصفین فیصلہ آرہ اور عامہ ناظرین پر یہ بات تو ظاہر و واضح ہو گئی ہوگی کہ جو بات مفسر جدید نے کہی ہے یہ بعینہ مرزا کی تجویز ہے اب ان سب کا جواب سُنیں :-

بیشک قرآن مجید کے عجائبات محدود نہیں ہیں اور وہ قیامت تک کبھی ختم نہ ہونگے ہر زمانہ کے اہل علم و فضل پر کھلتے رہیں گے - اور ان عجائبات سے قرآن مجید کی اعجازی عظمت اور بیان کرنے والوں کی علمی فضیلت و لیاقت ثابت ہوگی - مگر اسمیں شرط انصاف جسمیں کوئی اہل عقل و اہل دین اختلاف نہ

کرسکے یہ ہے کہ وہ عجائبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (جنپر قرآن نازل ہوا تھا اور سب سے بہتر آپ نے دقائق قرآن کو سمجھا تھا) اور آپ کی کل جماعت اصحاب کی جو عرب باتھی (جنہوں نے مواضع و موارد نزول کو دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معانی قرآن کو سیکھا تھا) اور جملہ تابعین کے (جنہوں نے اصحاب نبوی سے قرآن سیکھا) برخلاف نہ ہوں اور ان سب کے کئے کرائے اور سمجھے سمجھائے پر نسخ یا تغلیط کا پانی نہ پھیر دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اصحاب کبار کے شرف صحبت اور علمی لیاقت اور تابعین کی خیریت و افضلیت کو بٹہ نہ لگاتے ہوں۔ اور اگر وہ ایسے ہوں۔ تو ان عجائبات کو کسی فاصل یا مجدد و یا ملہم و محدث وقت کا بیان کرنا در پردہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرنا اور ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بن جانا ہے جسپر حامیان اسلام کیطرف سے اسی صلہ اور اعزازی تمغہ وخطاب (اعتزال و نیچریت والحاد وغیرہ) کی توقع رکھنا مناسب ہے جو سرسید اور ان کے شاگرد ناشکر مرزا غلام احمد اور انکے پیرو مفسر جدید کو مل چکا ہے۔

اسپر دلیل بہت سے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ہیں کہ از انجملہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ہے اور حدیث من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ و کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار۔ اور حدیث خیر القرون قرنی منقولہ صد ۲۹۹ کا آخری فقرہ ثم یظھر الکذب۔ جنکا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ آج (جبدن یہ آیت اتری تھی) مینے دین اسلام کو کامل کر دیا ہے۔ اور آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالے جو دین میں نہ ہو وہ اسیکی طرف رد کیجاوے گی جو ایسی نئی بات ہوگی وہ گمراہی ہوگی۔

اس آیت اور ان احادیث کا قطعی فیصلہ ہے کہ جو دین خدا تعالے کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول تھا وہ آنحضرت صلعم کے وقت تکمیل کو پہنچ چکا اور تین زمانوں (زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ صحابہ و تابعین میں جنکی تعیین مصداق

حدیث دوم نے کردی ہے) کا عام قرار داد دین میں قبولیت کے لئے متعین ہے
اور اسکا خلاف مردود و نامنظور۔
اس خلاف و مخالفت سے بجز دقائق و معارف قرآن جو شخص بیان کرسکے
کرے اور حدیث لا تنقضی عجائبہ کی تصدیق و تائید دعمل میں لاوے اور اپنا کمال
دکھاوے اور قوم سے مجدد محقق و مدقق کا خطاب پاوے۔
تیسری دلیل وہ آیت جسمیں حکم ہے کہ کسی قوم کی عداوت سے عدل نہ چھوڑو۔
چوتھی دلیل وہ حدیث جسمیں ارشاد ہے کہ حکمت کی چیز حکیم کی گم شدہ چیز ہے وہ
اسے جہاں پاوے لے لے۔ پانچویں دلیل خاکسار کا ایک فعل کہ مسٹر بلنٹ کی ایک
تقریر کو پسند کرلیا۔ چھٹی دلیل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کی
بتائی ہوئی فضیلت آیۃ الکرسی کو قبول کرلیا۔
ساتویں دلیل یہ کہ محدثین خصوصًا امام بخاری اہل بدعت کے اس روایت
کو جو انکی بدعت کی تائید نہ کرے قبول کرتے ہیں۔
آٹھویں دلیل یہ کہ خاکسار نے مرزا غلام احمد کی ایک معقول تحریر سے اتفاق
کرلیا۔ نویں دلیل یہ کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی ہر ایک بات کی مخالفت کا کسی نے ارادہ
کیا تو مولوی اسمٰعیل صاحب نے اسکو الزام دیا کہ میں اپنی والدہ کا نکاح اس سے ناجائز
کہتا ہوں کیا وہ اس کا بھی خلاف کرے گا۔
مفسر جدید نے ان جملہ دلائل کو الکلام المبین کے صفحہ ۱۵ و ۱۶ میں بیان کرکے
پھر اپنے خیال تائید میں حالی شاعر کے مسدس مشہور کے وہ اشعار نقل کئے ہیں جو
بصفحہ ۹ و ۱۴ اسکے جواب نقل ہو چکے ہیں۔ پھر صٓا میں ان دلائل سے یہ نتیجہ نکالا ہے
کہ معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کی حق بات کو قبول نکرنا بے ڈھب ہٹ ہے۔
حضرات منصفین و ناظرین یہ آخری سات دلائل مفسر جدید کا محض مغالطہ
ہے اور ان سے ملاعب اور تمسخر ہے اور ان دلائل کو اس احمق اور جاہل شخص
کے مقابلہ میں پیش کرنے کا حق تھا۔ جو مخالف مذہب کی ہر بات کو خواہ اس کا حق

ہونا قرآن وحدیث ودلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہو تسلیم نکرنا داخل دین قرار دے اور اسکو رد کرنا واجب سمجھے اور ہمارے خیال میں زمانہ نبوت سے لیکر آجتک اسکا تو کوئی مسلمان اہل عقل وصاحب علم قائل نہیں ہوا۔ پھر ان دلائل کو ان علماء کے (جو معتزلہ وغیرہ اہلبدعت کی ان باتوں کا جن کا مستند کتاب وسنت اقوال سلف امت میں کوئی نہو اور وہ صرف انہیں کے دل ودماغ سے پیدا ہوئی ہوں اور وہ ہوں بھی از قسم مسائل دین جن کو اعتقاد وعمل سے تعلق ہو) کے مقابلہ میں پیش کرنا تدلیس وتلبیس اور دین اسلام اور علماء اسلام سے تمسخر نہیں تو اور کیا ہے۔ مفسر جدید کے مقتدا ہمارے پرانے دوست حالی* صاحب نے علماء وواعظین سے تمسخر کیا تھا۔ ان کی تقلید مفسر جدید نے کی ہے ورنہ ان دلائل کو امر متنازع فیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ان سب دلائل کا ایک ہی جواب ہے کہ جس بات کا حق اور عدل ہونا اور جس بات کا حکمت ہونا بدلائل شرعیہ ثابت ہو۔ اور اسکا وصول ہم تک صرف غیر حقانی وسائل سے نہوا ہو وہ جہاں سے اور جس شخص سے (خواہ وہ معتزلہ ہو یا کوئی کافر یا سرگروہ کافروں کا شیطان ہو) ملے وہ قبول کیجاتی ہے۔ اور اسی قسم کی بات کے قبول کرنے کا دلیل چہارم پنجم میں حکم ہے جس سے کسی مسلمان اہل علم وعقل کو انکار نہیں ہے۔ اور اسی قسم کی باتیں خاکسار نے مرزا غلام احمد اور مسٹر بلنٹ کی قبول کرلیں تھیں اور اسی قسم کی بات شیطان کی بتائی ہوئی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح تسلیم کی۔ اور اسی قسم کی بات مولانا اسمعیل شہید نے اپنے منکر ومخالف کو تسلیم کرانی چاہی تھی اور اسی قسم کی احادیث محدثین کرام خصوصًا امام بخاری شیعہ وخوارج وغیرہ اہلبدعت کی تسلیم کرتے ہیں۔

* حالی صاحب نے ہمارے زمانہ طالب علمی میں بمقام دہلی خاکسار سے کچھ استفادہ کیا تھا جسکا اعتراف انھوں نے ایک خط میں کیا ہے۔

امام بخاری نے مروان ظالم۔ اور عمران بن حطان کی وہی حدیث و روایت
قبول کی ہے جنمیں مسور بن مخرمہ وغیرہ ثقات انکے ساتھ شامل ہیں۔
کسی محدث نے کسی روایت کو صرف کسی راست گو غیر داعی شیعہ یا خارجی کو قبول
کیا ہے تو بحسب اعتراف خود مفسر جدید خاصکر اسی روایت کو قبول کیا ہے جو اس کی
مبتدعانہ راے کی مؤید نہو۔ انہوں نے بھی انکی راے کو نہیں لیا۔ صرف روایت کو لیا
ہے اور علماء حدیث پر مخفی نہیں ہے کہ راے اور روایت میں فرق ہے روایت
کے قبول کرنے سے راے کا قبول کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ اس قسم کی باتوں کے لائق
قبول ہونے سے معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کے ان خیالات کا جن کا وجود بثبوت
بجز انکے ناپاک دماغوں کے کہیں کتاب و سنت و اقوال سلف امت میں پایا نہ
گیا ہو لائق قبول ہونا کہاں لازم آتا ہے جسکا مفسر جدید کو ادعا ہے اور اس کے
ثبوت میں اسنے فصول آیات متشابہات اور الکلام المبین کے اوراق کو سیاہ
کیا ہے۔

ان جوابات سے ثابت ہوا کہ جن دلائل سے مفسر جدید نے اقوال معتزلہ
کا لائق قبول ہونا ثابت کرنا چاہا تھا۔ ان سے ان اقوال معتزلہ کا جنپر کتاب
و سنت اور اقوال سلف امت سے روشنی نہ پڑتی ہو۔ لائق قبول ہونا ثابت نہیں
ہوتا۔ اور امر اول دوم کے متعلق ہمارے جوابات اور تفسیر اتقان کے بیانات و عبارات
بلا معارضہ و مزاحمت واجب التسلیم ہیں اور اسکا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ مفسر جدید جو مذہب
و طریق معتزلہ کا ملتزم اور انکے اقوال کی پیروی کا مجوز اور حامی ہے۔ اہلحدیث سے خارج
اور معتزلہ میں داخل ہے۔ لہذا جن نمبروں میں آپنے اربعین اولی کو ڈگری دی ہے اور مفسر
جدید کی غلطی تسلیم کرلی ہے ان نمبروں میں اسکے مذہب و طریق معتزلہ کے التزام اور تیسیر
اصرار کی نظر سے اسکو معتزلہ قرار دینا آپکا فرض ہے آپ اس فرض کو ترک کرینگے تو آپ بمثل
مشہور مدعی سست گواہ چست کے مورد بنینگے اور توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کے
مرتکب سمجھے جائینگے۔ کیونکہ وہ مذہب و طریق معتزلہ کا عمداً ملتزم ہے اور اپنے اس عمل

التزام کی تائید میں نو دلائل قائم کر چکا ہے جن کا جواب ہمکو دینا پڑا ورنہ آپ زبردستی اور دھینگا دھینگی اسکو اہل سنت اہلحدیث بنا کر یہ کہے جاتے ہیں کہ وہ معتزلی نہیں ہے اور اتباع اعتزال کو پسند نہیں کرتا۔ وکیل ہوں تو ایسے ہی ہوں منصف ہوں تو آپ جیسے ہوں۔

جو ظالم ولی انصاف شخص بلا استحقاق کسی حق کا دعویدار ہو اور اپنے دعوے پر کوئی ثبوت نہ رکھتا ہو وہ منصفین آرہ میں سے کسی کو منصف یا وکیل بنا لے۔ فوراً ڈگری پائے گا اور حقدار بن جائے گا۔

اب رہے وہ نمبر جن سے حضرات منصفین نے تعرض نہیں کیا۔ یا اگر کیا ہے تو حق بجانب مفسر جدید تسلیم کیا ہے۔ سو ان نمبروں کی نسبت بھی یہ خاکسار حضرات منصفین کی خدمات میں بحکم حدیث نبوی الدین النصیحۃ للّٰہ ورسولہ ولائمۃ المسلمین ولعامتھم گذارش کرتا ہے کہ آپ صاحبوں نے اس عدم تعرض اور تسلیم حق بجانب مفسر جدید میں بھی اپنے خداداد علم سے اور فہم اور تعمق نظر و فکر سے کام نہیں لیا۔ اور سرسری نظر سے فیصلہ کر دیا۔ آپ حضرات تمام نمبروں میں (جن میں سے ایک بھی مستثنے نہیں ہے) بلکہ تمام تفسیر میں جہاں مفسر نے نیا اجتہاد کیا ہے کہیں تو صریح سنت کا خلاف کیا ہے اور کہیں اس اصول معتزلہ نیچریہ مرزائیہ پر کہ تفسیر قرآن بمجرد لغت بلا مراعیت سنت بلکہ با وجود مخالفت سنت و آثار سلف جائز ہے عمل کیا ہے۔ اور اس اصول کے عمل پر اس کا ایسا یقین و ایمان و التزام ہے جیسا کہ مسلمانوں کو کلمہ شہادت پر ہے۔

ان نمبروں میں صریح سنت کی مخالفت کرنے کو مفسر جدید نے غلطی نمبر ۱ میں خود تسلیم کر لیا ہے اور اسپر وہ عذر پیش کیا ہے جو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اور کہا ہے کہ تفسیر کے نام میں بکلام الرحمٰن کا لفظ نقل حدیث سے مانع ہوا ہے۔ اس کا ایک جواب حضرات منصفین غلطی نمبر ۳۹ کے محاکمہ میں خود دے چکے ہیں کہ مضمون نام کا التزام تفسیر قرآن میں حدیث کے ذکر کرنے سے

مانع ہوا۔ تو شاعروں کے شعر نقل کرنے سے کیوں مانع نہوا۔

خاکسار کیطرف سے اسکا ایک جواب یہ بھی ہے کہ جب سے تفسیر جدید کا ایجاد ہوا اور اس کا نام یہ رکھا گیا اور اسمیں یہ التزام کیا گیا ہے کہ جہانتک ہوسکے حدیث صحیح کسی آیت کی تفسیر میں نظر او یاد میں آبھی جاوے تو اسکو تفسیر میں درج نہ کیا جاوے۔ تب سے اپنا اور اپنے مطبع کا اور اپنے اخبار کا نام بھی بدل دینا اور اپنے آپ کو اہل قرآن کہنا اور مطبع کا نام مطبع اہل قرآن و اخبار کا نام اہل قرآن مقرر کرنا مناسب تھا۔ اور لفظاً و معنی و ظاہراً و باطناً چکڑالوی کا ساتھ دینا اور اسکا بھائی بن جانا لازم تھا تاکہ مسلمانوں کو آپکا مذہبی لقب اہلحدیث اور مطبع و اخبار کا نام اہلحدیث دیکھکر اور سنکر دھوکہ نہ لگتا اور ابلیس لعین کو تلبیس خلائق کا موقعہ نہ ملتا۔ اسکی اس معذرت اور اسکا جواب دینے کے وقت بھی یا حضرات منصفین! آپکو سمجھ میں نہ آیا کہ یہ اپنی تمام تفسیر میں اسی اصول معتزلہ کا کہ صرف لغت سے بلا لحاظ توافق تفسیر نبوی تفسیر قرآن جائز ہے۔ ملتزم ہے؟ پھر اسکو اہلحدیث کیوں بنا رکھا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صد افسوس آپ لوگوں کے علم پر۔ ہزار افسوس آپ لوگوں کی فہم پر۔

اس بحث و تفصیل سے ہمارے اس دعوے کی کہ مفسر جدید اہلحدیث سے خارج ہے اور معتزلہ میں داخل ہے تیسری دلیل کے دو مقدمے صغری (کہ مفسر جدید اپنی تفسیر میں اصول معتزلہ کا ملتزم ہے) اور کبری (کہ جو شخص اصول معتزلہ کا ملتزم ہو وہ معتزلی ہے) ثابت ہوئے۔

اب ناظرین کو ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ منصفین فیصلہ آرہ نے باوجود تسلیم و اظہار اس امر کے کہ ثناء اللہ کی تفسیر محدثانہ روش پر نہیں۔ یہ تفسیر فرق ضالہ (معتزلہ نیچریہ وغیرہ) کو تائید پہنچا سکتی ہے۔ پھر اسکو اہلحدیث سے خارج اور فرقہ معتزلہ میں داخل کیوں نہ کیا۔ اور برعکس اسکے خاکسار کی رائے کو ظلم و خلاف انصاف کیوں قرار دیا۔ اسپر انکی کیا دلیل ہے۔ حضرات ناظرین! اس فیصلہ میں منصفین نے مرد میدان

بلا: جو صفحہ ۱۱۳ میں بیان ہوئی ہے۔

بلکہ او خود مدعی ہو کر اس دعوے کا کوئی ثبوت کسی دلیل سے نہیں دیا۔ اور اہلحدیث ہونے کا کوئی معیار مقرر کر کے اسکا ثناء اللہ میں پایا جانا بدلیل ثابت نہیں کیا بلکہ خاکسار کے معیار اور اصول ادخال و اخراج کو انصاف اور قابل قدر تسلیم کر کے ثناء اللہ میں اسکے پائے جانے پر صرف منع اور انکار کو متوجہ کیا اور عدم تسلیم سے کام لیا۔ چنانچہ صفحہ ۱۹ فیصلہ میں آپ لوگ فرماتے ہیں مولانا ممدوح (خاکسار کو کہتے ہیں) نے اپنے رسالہ نصیحت* نامہ کے صفحہ ۱۰۷ میں فرماتے ہیں: شرط انصاف یہ ہے کہ جس مذہب سے اسکو خارج کریں اسکے واقعی اور مسلمہ اصول کی عدم تسلیم سے خارج کریں۔ اور جس مذہب کیطرف منسوب کریں اسکے مسلمہ اصول کی پیروی کی شہادت سے منسوب کریں: یہ انصاف مولانا کا نہایت قابل قدر ہے مگر افسوس یہ ہے کہ یہ انصاف مولوی ثناء اللہ کے ساتھ برتا نہیں گیا۔ اور اہلحدیث سے ان کو خارج کیا گیا اور اصول مسلمہ اہلحدیث کی عدم تسلیم کی شہادت پیش نہیں کی گئی اور انکو نیچری یا معتزلی وغیرہ کہا گیا اور انکے مسلمہ اصول کی پیروی کی شہادت پیش نہیں کی گئی اسکو خلاف انصاف اور دوسرے لفظوں میں ظلم کیوں نہ کہیں گے۔

مولانا ابوسعید صاحب اپنے رسالہ نصیحت نامہ کے صفحہ ۱۰۷ میں فرماتے ہیں یہ اصول مسلمہ ہے کہ لازم المذہب لیس بمذہب مگر جب اس سے التزام تک نوبت پہنچ جائے۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ مولوی ثناء اللہ کو نیچری وغیرہ قرار دینے میں کہاں تک اس قاعدہ کی پابندی کی گئی ہے۔ یہاں پر تین امور ملحوظ ہونے اور لکھے جانے تھے۔ نمبر ۱۔ مولوی ثناء اللہ کا مذہب نمبر ۲۔ اس مذہب کا لازم نمبر ۳ اس لازم کا التزام۔ مگر افسوس ہے کہ تینوں امور سے کسی کا خیال نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد منصفوں نے مذہب اہلحدیث کی تعریفیں جانبین سے نقل کر کے ایسے و ای

* اس مضمون کو نصیحت نامہ سمجھنا منصفین کی عدم توجہ و سطحی نظری ہے اس مضمون کا نام و عنوان "اہلحدیث کا مذہب ہے"

اعتراض کئے ہیں جن سے انکی لاعلمی اور نافہمی ثابت ہوتی ہے جس کی تفصیل بجاہیں کی اس مقام میں ضرورت نہیں۔ پھر صفحہ ۱۹ میں کہا ہے کہ مولانا ابوسعید صاحب اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۱۵۹ میں فرماتے ہیں کہ صرف مطابقت کسی مذہب سے (اس مذہب میں داخل کرنے کے لئے) کافی نہیں۔ بلکہ کہ وہ قول انکے اصول پر مبنی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ تفسیر کا نیچری وغیرہ کے کسی اصول پر مبنی ہونا ثابت نہیں کیا گیا۔

پھر فیصلہ کے صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ الزام نمبر ۵ (کہ تمنے مذہب معتزلہ کا اتباع کیا) قائم کرنے کی مولانا ابوسعید صاحب تین وجہ لکھتے ہیں (۱) اقوال معتزلہ سے تبری و بیزاری کا اظہار نہیں کیا۔ (۲) انکے اقوال سے تمسک کو جائز رکھا (۳) الکلام المبین میں ابومسلم جاحظ معتزلی کو برا کہنے سے تمنے منع کر دیا۔

اہل تمیز سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تینوں وجوہ ناکافی ہیں۔ کیا کسی کے قول سے بیزاری ظاہر نکرنا اسکے اصول مسلمہ کی پیروی ہے۔ استغفر اللہ

دوسری وجہ کی ہم تصدیق نہیں کرسکتے۔ ہمنے الکلام المبین میں کہیں نہیں لکھا کہ معتزلہ وغیرہ کے اقوال سے تمسک جائز ہے۔ ہاں اسقدر ہے کہ مخالف کا قول اگر مدلل و مبرہن ہو تو قبول کرنا چاہئے۔ اور کون نہیں جانتا کہ یہ قبول و تمسک قول نہیں بلکہ انکے دلائل سے تمسک ہے۔

تیسری وجہ سب سے بڑھکر پوچ اور لچر اور بیجا ہے۔ کیا کسی کافر مردہ کو برا کہنے سے منع کرنا کفر کے اصول کی پیروی ہے۔ یا لاتسبوا الاموات کے عموم میں کسی معتزلی کو داخل سمجھنا اسکے اصول کی پیروی ہے یا اس معتزلہ کا اتباع ہے۔ بھلا مذہب کی بناء برا کہنے یا گالی دینے پر ہے۔ استغفر اللہ ربی۔

ان کلمات طیبات ان حضرات سے جو ان حضرات کی لیاقت علمی اور سخن فہمی اور تہذیب اخلاق اور مروت ثابت ہوتی ہے۔ وہ ناظرین پر مخفی نہ ہوگی۔ لہذا ہم اس سے تعرض کرنا نہیں چاہتا۔ صرف ناظرین کو یہ جتانا چاہتا ہوں کہ جو ان معد

کی نسبت ان حضرات نے لا نسلم کہا ہے اور عدم اثبات کا عذر کیا ہے وہ سب کے
سب خاکسار کی کلام میں ثابت و مدلل ہیں۔ ان حضرات کی آنکھیں ماؤف تھیں
اسلئے ان کو کچھ نظر نہیں آتا۔ فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التي في
الصدور انکی ظاہری آنکھیں نابینا ... ۔ انکے دل کی آنکھیں نابینا ہیں۔ وہ عجب
(خود پسندی) کبر (اپنے آپکو بڑے عالم سمجھنے) میں مبتلا ہیں۔ وہ انکو کچھ دیکھنے نہیں دیتا
وہ تینوں امور جن کا مصنفین نے ملحوظ ہونا ضروری ٹھہرایا ہے۔ پورے طور پر ملحوظ
ہوئے اور لکھے گئے۔ اور ثناء اللہ کی نسبت ثابت کئے گئے ہیں۔

امر اوّل ثناء اللہ کا مذہب (کہ وہ قرآن کی تفسیر صرف لغت و محاورات عرب
بالحاظ توافق تفسیر نبوی و آثار سلفی بلکہ برخلاف تفسیر نبوی و تفسیر سلفی کرتا ہے
اور بمقابل تفسیر نبوی و تفسیر سلفی تفسیر معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کو اختیار کرتا ہے)
جلد ۲ کے صفحہ ۱۰۵ مضمون الحدیث اور انکا مذہب* میں بیان ہوا۔ اور صفحہ ۱۹۱
میں ضمن مضمون نصیحت نامہ ثناء اللہ میں اسکا پایا جانا ثابت کیا گیا ہے۔ اور امر دوم
اس مذہب کا لازم کہ ایسی تفسیر اختیار کرنا معتزلہ بن جانا ہے اس جلد کے صفحہ ۱۵۶
۔۱۶۱ میں بیان اور ثابت کیا گیا ہے۔ اور امر سوم (اس لازم کا التزام) اس
جلد ۲ کے صفحہ ۱۶۰-۱۶۳ میں بیان اور ثابت کیا گیا ہے۔ جنمیں صاف تصریح ہے
کہ ہر چند اسکو سمجھایا گیا۔ کہ جو تم تفسیر کرتے ہو یہ مذہب معتزلہ ہے تم اس سے رجوع
کرو اور مشتہر کردو کہ میں نے اس تفسیر میں اصول معتزلہ کی پیروی نہیں کی۔ میرا انکا
اس رائے میں توارد ہو گیا ہے۔ آیندہ میرا اس سے رجوع ہے۔ مگر اسنے اس رجوع
کو قبول نہ کیا صفحہ ۱۶۵ میں جس جواب سوال مندرجہ صفحہ ۱۰۰ الکلام المبین کا
ثناء اللہ کے پاس بھیجا تھا اور اس جواب کو اس کا قبول نہ کرنا مذکور ہے۔ اور وہ جواب
قلمی اُسکے پاس بھیجا گیا تھا۔ اسنے اسکو بلا تسلیم ورد واپس کیا تھا اسکی قلمی نقل

* اس جواب کو اس مقام میں بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔ سوال مندرجہ صفحہ ۱۰۰ ۔
رسالہ الکلام المبین فی جواب الاربعین کا صحیح جواب وہ نہیں جو سائل مؤلف رسالہ نے خود
(باقی صفحہ ۳۱۰)

حضرات منصفین کے پاس ہمراہ قلمی مسودہ فیصلہ آرہ بھیجی گئی تھی۔ اس جواب سے
منصفین کو یقیناً معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ ثناء اللہ کو مذہب معتزلہ کے الزام بجا ر
ہے۔ پھر انکا امر سوم التزام امر لازم سے انکار کرنا عناد مصداق وجحدوا بها
واستيقنتها انفسهم ظلما وعلوا نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ جواب سوال ۱۰۸۔ الکلام
المبین جو حاشیہ میں منقول ہے اور منصفین کے پاس قلمی بھیجا گیا تھا ایک بڑی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ ۲۰۹)

ہوا ہے کیونکہ ان کتب حدیث سے استدلال بطور احتجاج حنفی شافعی وغیرہ اہلسنت بھی کرتے
ہیں۔ پھر وہ سبھی اہلحدیث نہیں کہلاتے اور بطور الزام اہل التشیع بھی کرتے ہیں پھر وہ اہل سنت نہیں
بن جاتے۔ بلکہ صحیح جواب اس سوال کا یہ ہے کہ اہلسنت ہونیکا مناط یہ ہے کہ اہلبدعت کے اقوال و
اعتقادات سے جنمیں وہ منفرد ہوں اور سلف صالحین صحابہ و تابعین سے کوئی انکا قائل نہو بطور
التزام اور کلیۃً اجتناب کریں اور بمجرائے فمن یکفر بالطاغوت ان سے تبری و تحاشی کرتے
رہیں۔ اور اہلحدیث ہونیکا مدار یہ ہے کہ جملہ اعتقادات و اعمال میں بطبق مقولہ متفقہ ائمہ اذا
صح الحدیث فهو مذهبی حدیث نبوی کو بلا واسطہ تقلید فقہا اپنا مذہب ٹھہراویں۔ اور
جہاں حدیث نبوی نہ ملے وہاں آثار صحابہ و تابعین سے تمسک کریں اور جس امر متعلق اعتقاد و
عمل کا بجز اہلبدعت کوئی قائل نہو اسکے اخذ و اتباع سے بطور التزام و کلیۃً انکار کریں۔
ان دونوں القاب اہلسنت و اہلحدیث میں اتباع سنت و سلف امت و اجتناب از توافق
اہلبدعت دونوں جز غیر منفک یا لازمی امور ہیں جس شخص کے عمل و اعتقاد میں یہ دونوں امر
بطور التزام پائے جائیں وہ اہل سنت و اہلحدیث ہے گو بعض احادیث سے تمسک احادیث کو ضعیف
سمجھنے یا اسکے معارض حدیث کو قوی خیال کرنے سے اس سے فوت ہو جائے یہ فوت تمسک اسکے

✱ اسمیں منصفین آرہ کی اس نافہمی یا غلطی کا رد ہے جو صفحہ ۱ سطر ۲۰ میں انہوں نے کہا
کہ شیعہ وغیرہ کا استدلال قبولا نہیں ہوتا۔ وجہ رد ہمارا لفظ احتجاج ہے منصفین کچھ [illegible]
و فہم سے کام لیکر بتاویں کہ حنفیہ جو کتب حدیث سے احتجاجاً قبولاً استدلال نہیں کرتے
اسکا جواب اگر وہ نفی سے دینگے تو عالم فقہ آپکو تعصب سے جاہل کہینگے اور عام لوگوں کا یہ
کہنا کہ علماء اہلحدیث فقہ نہیں جانتے سچا ہو جائیگا جو نہایت شرم کا موجب ہے۔

ہماری اور قطعی دلیل بیان واثبات امر اول ودوم وسوم پر ہے۔ کیونکہ اسمیں تفصیل مضامین فصول ثلثہ آیات متشابہات اور الکلام المبین کو بیان کرکے ثناء اللہ کا التزام مذہب معتزلہ ایسا ثابت کیا گیا ہے کہ اس سے بجز کور باطن یا معاند کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ نمبری عبارات رسائل مذکورہ اس اپیل میں منقولہ بھی ہیں۔ اور اس فیصلہ آرہ کے

م فہم واجتہاد کا نتیجہ سمجھا جائے گا۔ اسکا التزام واعتقاد بتا رہا ہے کہ اس ترک تمسک میں وہ تارک حدیث نہیں ہے۔ اور جس شخص کے عمل واعتقاد میں یہ دونوں امر بطور التزام و کلیۃً پائے نہ جاویں وہ اہل سنت نہ کہلا سکیگا اور نہ اہلحدیث کہلا نیکا مستحق ہوگا۔ گو سو جگہ وہ حدیث پر عمل کرے اور ہزار جگہ وہ اہلبدعت کے توافق سے اجتناب کرے اسکا وہ تمسک اور یہ اجتناب اتفاقیہ سمجھا جائیگا نہ لزومیتہ اسکا اتباع سلف کا التزام نکرنا اور اتفاق اہلبدعت سے اجتناب کو ضروری نہ جاننا بتا رہا ہے کہ ان مواضع میں اسکا سنت اور سلف امت سے توافق اور اہلبدعت سے تخالف اسکے فہم واجتہاد کا نتیجہ ہے جو اسکو اہلحدیث واہل سنت نہیں بناتا۔ کیا اہل بدعت اپنے مدعا کے موافق احادیث پر عمل نہیں کرتے اور اہلحدیث وسنت کے مخالف نہیں ہوتے۔ اس جواب کی صحت پر اہل سنت واہلحدیث کا اتفاق ہے۔ اس مقام میں چند اکابر اہلحدیث کے اقوال تفسیر اتقان سے جو مؤلف رسالہ الکلام المبین کے نزدیک لائق استناد واعتماد ہے۔ (چنانچہ ایک مستقل تحریر میں وہ اسکا اظہار کر چکا ہے۔) نقل کئے جاتے ہیں۔

تفسیر اتقان کے نوع ثامن وسبعون میں صفحہ ۵۳۵ میں کہا ہے۔ پھر عبارات تفسیر اتقان کو جو صفحہ ۱۹۰ سے ۱۹۲ تک منقول ہو چکے ہیں نقل کرکے کہا ہے۔ اس بیان تفسیر اتقان سے جو سائل کے مسلمات سے ہے صاف ثابت ہو کہ جو شخص عمل واعتقاد میں اتباع سنت وسلف امت کا التزام نکرے اور موافقت اہلبدعت کے اجتناب کو ضروری نہ جانے اور بلا استمداد سنت واقوال سلف امت صرف لغت عرب پر اعتماد کرکے قرآن کی تفسیر کرے وہ اہل سنت نہیں اہلبدعت ہے۔ بناءً علیہ اہلحدیث زمانہ حال جن سے سوال ہے باوجود اختلافات فرعیہ کے سب اہلحدیث کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور مؤلف رسالہ الکلام المبین جس نے اپنی تفسیر

لکھے جانے سے پہلے خاکسار ان فصول کے مضامین کیطرف مصنفین کو خدیعہ پرائیویٹ
خطوں اور رسالہ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۹۱ میں بضمن مضمون نصیحت نامہ کے اور صفحہ ۱۷۱ میں
بضمن مضمون ہو فائی ابوالوفا بھی توجہ دلا چکا ہے۔ اور جو کچھ اس اپیل میں بیان ہوا ہے
گویا وہ پہلے بیان کر چکا ہے۔ بااینہمہ مصنفین بے انصاف کا یہ کہنا کہ ان امور
متنذکرہ کا کچھ لحاظ نہیں کیا اور اسکا ثبوت کوئی نہیں دیا۔ اور صفحہ ۱۹ فیصلہ میں یہ
کہدینا کہ تفسیر ثناء اللہ کا کسی نیچری وغیرہ اصول پر مبنی ہونا ثابت نہیں کیا گیا۔
خلاف واقعہ نہیں تو اور کیا ہے

۔ القرآن میں اتباع سنت و سلف امت کو پس پشت ڈالکر بہت سے مسائل میں تفسیر
معتزلہ نیچریہ سے اتفاق کیا ہے اہلحدیث و اہلسنت نہیں ہے۔ رسالہ الکلام المبین میں
جو اسنے خلاف سنت و موافقت اہلبدعت ہوجانے پر معذرت و توجیہات کی ہیں
وہ عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہیں۔ اس رسالہ کے فصل اول میں صرف لغت عرب
کے استشہاد سے بلالحاظ اس امر کے کہ قرآن کا متکلم کون اور مخاطب کون اور مخاطب
قرآن نے تفسیر قرآن کیا کی ہے۔ تفسیر قرآن کو جائز رکھا ہے۔ اور اسکے فصل دوم اتباع
سلف صالحین صحابہ و تابعین کو غیر ضروری قرار دیا ہے۔ اور فصل سوم میں اتباع و توافق اہلبدعت
کو جائز بتایا ہے۔ ایسا ہی رسالہ آیات متشابہات کے فصل دوم سوم میں اس سے حل ہیں
ہوا ہے۔ جو فصل دوم آیات متشابہات میں اسنے آثار صحابہ و تابعین کے ساتھ قسم چہارم
حدیث نبوی کو جو اسکے زعم میں مخالف قرآن ہے یا یہ مفسر قرآن ہونے سے ساقط کیا ہے۔
اور چند احادیث نبویہ کی جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صریح الفاظ سے اور قول صحابہ
کے ساتھ آیات قرآن کی شرح و تفسیر کی ہے۔ کھلے لفظوں میں تکذیب کی اور یہ بات بمقابلہ
قول شارع حضرت شارع علیہ السلام کہدی کہ یہ احادیث نبویہ تفسیر آیات قرآن نہیں
ہو سکتیں سادر وہ خبر واحد اور ظنی ہونے کی وجہ سے تفسیر قرآن ہونے کے
لائق نہیں ہیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الکلمات۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون
الا کذبا۔ اس اجمال کی تفصیل ہم اشاعۃ السنۃ میں کرینگے جب اس رسالہ الکلام المبین اور آیات
متشابہات پر ریویو کرینگے۔ انشاء اللہ تعالے۔ ابو سعید محمد حسین

ایسا ہی جو صفحہ ۵ فیصلہ آرہ میں الزام پنجم کے وجوہات کو مصنفین الصاف نے ناکافی کہا ہے یہ بھی خلاف گوئی اور دہوکہ دہی سے خالی نہیں۔ خاکسار نے صرف ان وجوہ ثلثہ میں سے ہر ایک وجہ کو بالاستقلال و بانفرادہ ثناء اللہ کے معتزلی ہونے کی دلیل نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ اصل دلیل جس سے خاکسار کا تمسک رہی ہے وہ ثلثہ ہیں۔ خصوصًا امر سوم "التزام مذہب معتزلہ" یہ تینوں وجوہ تو اصل دلیل کے تتمے اور ضمیمے ہیں۔ لہذا ہمکو کوئی ضرورت نہ تھی کہ ہم ان وجوہات پر مصنفین کے لاتسلم کا جواب دیتے۔ تاہم ان کے علم اور فہم اور انصاف کی قلعی طرح قلعی کھولنے کی غرض سے منصفوں کے عذرات ثلثہ کا جو ہمارے ان وجوہ ثلثہ کے متعلق وہ پیش کر چکے ہیں۔ حسب تفصیل ذیل جواب دیا جاتا ہے۔

وجہ اوّل کو ناکافی کہنے کا جواب

اگر کوئی شخص دین میں اصول اسلام و اہلسنت کا معتقد و عامل ہے۔ اور کسی عقیدہ یا عمل کفری یا بدعی سے اس کو سابقہ یا مقابلہ کا اتفاق نہوا ہو۔ اس کا کسی کے قول کفری یا بدعی سے بیزاری ظاہر نکرنا اس کفر یا بدعت کی پیروی کا مثبت نہیں ہے۔ اور اگر کوئی کلمہ کفر یا کلمہ بدعی ایک مدت تک بکتا رہا ہو اور کافروں یا مبتدعین کا سا عمل کرتا رہا ہو اور اسکو کوئی ناصح دعوت اسلام و سنت کرے اور وہ دعوت کو قبول کرکے اسلام یا سنت کے اعتقاد و عمل کے تسلیم کا مدعی ہو جاوے تو اسکے لئے کفر و بدعت سے بیزاری ظاہر کرنا لازم ہے جیسا کہ اس شخص کے لئے لازم ہے جو خود تو اسلام و سنت پر قائم ہو۔ مگر اسکو دوسرے لوگ بدعت کفر کی طرف بلاویں اور اسکا مقابلہ و معارضہ اہل کفر و بدعت سے ہو جاوے۔ ایسے لوگ کفر و بدعت سے بیزاری ظاہر نہ کرینگے تو وہ محل گمان پیروی کفر و بدعت ہو جاویں گے۔ یا مصداق آیت ودّوا لو تدھن فیدھنون بن جاویں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ عروۃ الوثقیٰ (اسلام) کو پکڑنے والا

فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا (البقرہ ع)	وہی شخص ہوگا جس نے کفر سے انکار کیا اور وہ خدا پر ایمان لایا۔

اور ارشاد ہے کہ اے مومنو! تم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسکے

قد کان لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برآؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم ( )	ساتھ والوں کی پیروی اچھی ہے۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں جنتے تمہارا انکار کیا ہے۔

اس اصول قرآن وایمان کے مطابق جب مثنا اللہ پر اسکے قول و عمل کی دست آویز سے الزام اعتزال قائم کیا گیا۔ تو اگر وہ معتزلی نہ تھا۔ اور اسکے قول و عمل کا صرف معتزلہ سے توارد ہو گیا تھا تو اس کا فرض تھا کہ وہ معتزلہ کی پیروی سے کھلے الفاظ میں بیزاری ظاہر کرتا اور یہ کہتا کہ جو معتزلہ کے اقوال سے میری تفسیر میں توافق ہو گیا ہے۔ یہ توارد ہے۔ میں انکے اصول کا معتقد نہیں ہوں۔ اس نے یہ بیزاری ظاہر نہ کی تو اسپر بشہادت اسکے عمل و قول پیروی مذہب معتزلہ کا الزام صحیح ہے۔ اور اسپر وہی آیات قرآنی دلیل ہیں جو منقول ہوئیں۔

وجہ دوسری کو ناکافی کہنے کا جواب

اقوال معتزلہ سے تمسک کرنا اس کی تفسیر میں موجود ہے۔ اور اسکو

بڑا افسوس مصنفوں کو اتنی بھی خبر نہیں ہے کہ جو کلمہ ششم وغیرہ عام مسلمانوں کو سکھائی جاتی ہے وہ اسی تعلیم قرآنی کی تعمیل ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ بھی ساتھ ساتھ بچوں کو سکھایا جاتا ہے۔ قبول کردم من دین مسلمانی را و آنچہ اعتقاد کردم بیزار شدم از کفر و کافری و آنچہ در دلیست۔ فاضل مصنفین معذور ہیں۔ وہ کسی جماعت میں تعلیم پاکر فاضل بنے ہوں جہاں کلمہ ششم وغیرہ عام عقائد پڑھائی نہیں جاتی۔

جائز رکھنا اسکے رسائل مذکورہ کی فصل سوم میں منصوص ہے۔ آپ لوگوں کی آنکھیں کلیلہ اسکو نہ دیکھ سکیں تو تصور کرتا ہے جواز تمسک قول معتزلہ کے لئے اسکا یہ حیلہ و بہانہ کہ میں قول نہیں لیتا دلائل لائق قبول قبول کرتا ہوں اور انکا اسکو قبول کر کے یہ کہنا کہ یہ قول معتزلہ کا قبول نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی دلیل کو قبول کرتا ہے۔ دروغ ہے۔ اگر وہ اس حیلہ میں سچا اور آپ اسکی تصدیق میں سچے ہیں تو بتا دیں کہ طیور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جزء۔ اور رزق مریم علیہا السلام کے معنے و تفسیر میں جو اس نے معتزلہ کی پیروی کی ہے اسمیں کونسی دلیل سے اس کا تمسک ہے۔

ایسی ہی اور بہت مثالیں اس کی تفسیر میں موجود ہیں۔ جن سے اسکے حیلہ اور اس کی تصدیق کا دروغ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان اقوال معتزلہ کے مدلل و مبرہن ہونے سے جو اس کی مراد ہے اس کو ہم خط اسمی حافظ صاحب میں بصفحہ ۱۱۹۔ رسالہ نمبر ۵ جلد ۱۲ میں بیان کر چکے ہیں۔ اس سے ہی آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ جس کو وہ دلیل سمجھتا ہے وہ درحقیقت شرعی دلیل نہیں ہے۔

وجہ تیسری کو ناکافی کہنے کا جواب

ہزار مردہ کافر و بدعتی کو (جن کی کسی مسلمان متبع سنت نے پیروی نہ کی ہو۔ اور ان کے خیالات و مقالات کفریہ و بدعیہ کا ضرر اسلام یا مذہب اعتقاد اہل سنت کو نہ پہنچا ہو) برا کہنے سے منع کرنا ان کے کفر و بدعت کی پیروی نہیں ہے۔ مگر جب ایک کافر یا مبتدع کے اعتقاد و عمل یا قول کے مطابق کسی مسلمان نے اپنا اعتقاد و عمل ظاہر کیا ہو۔ یا اسکے عمل و اعتقاد کے مطابق کسی مسلمان سُنّی کے عمل و اعتقاد ٹھہرا لینے کا خوف و اندیشہ ہو تو اس کافر یا مبتدع کے توافق سے بچنے یا اور مسلمان سُنیوں کو اس توافق سے بچانے کے لئے اس کو برا کہنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اور ایمان اور

اسلام اور اہل سنت ہونے کا لازمہ ہے۔ اور جو شخص اُس کا فر کے کفر یا مبتدع

عن ابی سعید عن رسول اللہ صلعم قال من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۳) وفی روایۃ ولیس وراء ذالک حبۃ خردل من الایمان۔

کی بدعت سے واقف ہو کر اُسکو طاقت ہوتے بُرا نہ کہے اور در صورت عدم استطاعت دل سے بھی اسکو بُرا نہ جانے اس میں بحکم احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ ذرہ برابر ایمان نہیں رہتا۔ ایسے شخص کو بُرا کہنے سے منع کرنا اسکے کفر و بدعت کی پیروی کرنا ہے اور اس کے کفر و بدعت پر راضی ہوتا ہے

تاہم مضمون کا اس قرآنی وحدیثی اصول سے انکار کرنا اور اسکو لچر پوچ وجہ قرار دینا اپنے علم فضل و تہذیب کو دھبہ لگاتا ہے۔ اس سے بڑھکر انکا مردہ معتزلی کو عموم لا تسبوا الاموات میں داخل کرکے اسکے بُرا کہنے کو دین سے خارج کرنا اپنے علم و فضل کو محل انکار و اعتراض بنانا ہے۔

محدثین جو صدہا اہل بدعت کو بلکہ بے اعتبار اور غیر ثقہ رواۃ اہل سنت کو کتب اسماء الرجال و جرح و تعدیل میں بُرا کہتے ہیں اور کذاب دجال کے الفاظ ان کے حق میں کہتے ہیں۔ کیا وہ سب کے سب حدیث لا تسبوا الاموات کا خلاف کرتے ہیں اور مذہب اسلام یا اہل سنت یا اہل حدیث سے خارج ہیں۔ اور اگر آپ کے نزدیک حدیث لا تسبوا الاموات ایسے ہی عموم پر ہے کہ معتزلہ وغیرہ اہل بدعت بھی اسکے عموم میں داخل ہیں اور یہ آپکا دلی اعتقاد ہے تو در پردہ آپ تینوں حضرات اور جناب کے اس اعتقاد میں آپکے موافق ہیں سب کے سب در پردہ معتزلی اور چھپے بدعتی ہیں۔ اور تب ہی ایک بدعتی معتزلی کی حمایت کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس صورت میں آپ یاد رکھیں

ؔ مثل آیات منقولہ صفحہ ۳۱۴ اور آیت فقتلہ اصحاب الاکیہ واستلہم عن القریۃ۔

اور کان کھول کر سن رکھیں کہ اس صورت میں اہلحدیث کا ایڈوکیٹ اشاعۃ السنۃ آپ کو اہلحدیث کہلانے نہ دیگا۔ اور جیسا کہ آپکے مؤکل مفسر جدید کو چھانٹ کر الگ کرنا چاہتا ہے۔ آپکو بھی چھانٹ کر الگ کرے گا۔ بحول اللہ وقوتہ۔ اسوقت اس کا خیال یہ ہے کہ جو کچھ آپکی قلم سے اس کی حمایت میں نکل گیا ہے وہ آپ لوگوں کی نافہمی کا نتیجہ ہے اور آپکے مؤکل مفسر جدید کی بھی صرف ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ وہی اعتقاد آپ لوگوں کا یہ نہیں اور جب آپ سب خود اس امر کو ظاہر کر دینگے تو پھر دیکھ لیں گے۔ کہ آپ سب سے کیا سلوک وصفائی ہو تا ہے۔

ایک امام اہلحدیث دارقطنی کا مشہور قول ہے کہ اے اہل بغداد جب تک میں زندہ ہوں تم طمع نہ کرو کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب و افترا کرکے حدیثیں بناؤ گے اور انکو صحیح کر دکھاؤ گے میں بھی بتاسی امام دارقطنی کہتا ہوں کہ جبتک میں زندہ ہوں مذہب اہلحدیث میں غیر اہلحدیث کو داخل ہوکر اس کو گدلا کرنے دونگا انشاء اللہ تعالے۔

حضرات ناظرین خاکسار نے اس خیال واحتمال سے کہ مفسر جدید نے جو اصول معتزلہ کی پیروی اختیار کر رکھی ہے یہ صرف ظاہری ہٹ اور دودھ میں سے بتاشہ لینے کی سی ضد ہوا بتدا سے اشاعت جلد ۱۲ تک خاکسار اسکو ڈھیل دیتا چلا آتا ہے۔ اور ابتداء مدت اشاعت تفسیر سے اس امر کا خواہاں و جویاں رہا کہ یہ میرا بچھڑا ہوا روحانی فرزند اور دینی برادر مجھ سے اور ہماری جماعت سے جدا نہو۔ اور کسی طرح یہ اپنی غلطی کو مانکر اس سے تائب ہو جائے۔ اور جماعت اہل حدیث میں شامل رہے۔ خاکسار نے دو تین پرائیویٹ جلسوں میں بمقام امرتسر اسکو بلایا اور غلطی تفسیر آیت کو شرح اسکو بخوبی آگاہ کر دیا۔ اور اس کی قلم سے لکھوا لیا کہ تفسیر حدیث نبوی تفسیر لغوی سے مقدم ہے۔ پھر خاص مقام بٹالہ میں اسکو بلایا اور سمجھایا اور تصحیح اغلاط تفسیر کے لئے ان اصول کو اس کے سامنے پیش کیا۔

(۱) جو آیت محتمل المعانی ہو اسکے وہ معنے اہلحدیث کے نزدیک مسلم و متعین ہونے چاہئے جن کی تائید و تعیین حدیث صحیح کرے۔

(۲) جو آیت محتمل المعانی ہو اور حدیث نبوی اسمیں کوئی فیصلہ و تعیین نکرے اسکے وہ معنے اہلحدیث کے نزدیک مسلم ہونے چاہئے جن کے سلف صالحین اہل سنت والجماعت قائل ہوں۔ نہ وہ معنی جنکو صرف معتزلہ۔ اہل فلسفہ نیچریہ وغیرہ نے پسند کیا ہے۔

(۳) جن مسائل میں ہم کو کوئی صریح دلیل نہ ملے اور ان میں علماء اسلام اختلاف ہو انہیں ہم سلف صالحین کی پیروی کریں گے نہ معتزلہ و فلاسفہ وغیرہ کی۔

مگر اس شیخ عزیز نے ان اصول کی تسلیم سے انکار کیا اور بجائے انکے پرچہ اصول مذکورہ کی پشت پر لکھ دیا۔

بموجب اصول مقررہ امام سیوطی (فی الاتقان) میری تفسیر کی تصحیح مجھ سے کرالیں اور حسب وعدہ مجھے اغلاط بتا دیں۔ ۳۰ محرم ثناء اللہ بقلم خود

اسپر خاکسار نے تفسیر مذکور سے ان اصول کا جو صفحہ ۲۷۹ سے ۲۹۴ تک منقول ہوئے ہیں۔ حوالہ دیکر نشان صفحہ بتا کر تفسیر جدید سے چار غلطیاں کا بیان مدلل کرکے عزیز مذکور کے پاس بھیج دیا (ان اغلاط کا قلمی مسودہ حضرات منصفین کے پاس پہنچا گیا تھا جو واپس آیا ہے) ان اغلاط کو دیکھ کر بھی اسنے اپنی غلطی سے رجوع نہ کیا۔ اور نہ یہ ظاہر کیا کہ میں ان غلطیوں میں اصول معتزلہ کا پابند نہیں ہوں میری راے کو انکی راے سے توارد ہوگیا ہے۔ بلکہ آجتک ان اغلاط کا کوئی جواب نہ دیا۔ صرف غلطی نمبر ۲ کے جواب میں امرتسر کی ایک مسجد مبارک کے جلسہ احباب میں جس میں مولوی احمد اللہ صاحب بھی تھے زبانی یہ کہا کہ حدیث حضرت فاطمہ در باب تکثیر خبز و لحم جس کو ابن جریر نے نقل کیا ہے میری تاویل پر شاہد ہے۔ اس کا

جواب اسی مجلس میں اس کو دیدیا گیا تھا جو حضرات منصفین نے اس فیصلہ میں دیا ہے۔

اس ڈھیل دینے کا ذکر و تفصیل بقدر جلد ۲۰ کے مضامین نصیحت نامہ و بے وفائی ابوالوفا اور جلد ۲۱ کے صفحہ ۲۹ وغیرہ میں بھی ہوچکی ہے۔ اس ڈھیل دینے سے شیخ امرتسری نے فائدہ نہ اٹھایا۔ بلکہ وہ اور شوخ ہوتا جاتا ہے اور اگر وہ آیندہ بھی اس شوخی اور ضد پہ رہا۔ اور اس کے حامیوں (منصفوں) نے بھی اصرار نہ چھوڑا۔ تو آیندہ ان سب حضرات کی اچھی طرح خبر لیجائے گی۔ انشاء اللہ تعالے۔

فیصلہ آرہ کا اپیل پورا ہوا۔ اور جو اعتراضات ہمارے دلائل پر اس فیصلہ میں بطور لانسلم کرے گئے تھے انکا جواب بھی ادا ہوا۔ اب اس اپیل کو ایک التماس کے بعد دعا پر ختم کرتے ہیں۔

التماس منصفین کی خدمت میں یہ ہے کہ آپ لوگ اس خداداد علم سے کام لیں اور مفسر جدید کو التزام مذہب معتزلہ کی نظر سے اہلحدیث سے خارج کریں یا اس کو رجوع کرنے اور اس مذہب معتزلہ کے توابع سے بیزاری ظاہر کرنے کی رغبت دلا کر اس سے توبہ کرا کر اس کو اہلحدیث بنا دیں توبہ کی صورت یہی ہے کہ رسالہ "تشابہ آیات متشابہات اور الکلام المبین" کو اور تفسیر کے ان مقامات کو جہاں اسنے اصول معتزلہ کو اختیار کیا ہے وہ جلا دے اور آیندہ اڈیشن (طبع) میں انکی اصلاح کا وعدہ دے اور آیت الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا پر عمل کرے۔ اس صورت میں جماعت اہلحدیث سے اتفاق ہو گا۔ غزنوی جماعت بھی اس صورت میں اتفاق کریں گے۔ انشاء اللہ تعالے۔ اور اگر ایسا نہوا اور آپ کو اپنے فیصلہ پر اصرار رہا تو وہ تو اہلحدیث سے خارج ہو ہی چکا ہے۔ وہ آپ کو بھی اپنے ساتھ ملائے گا۔ اور جو اہلحدیث کی کانفرس آپ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا وجود

و قیام بھی محالات سے ہو جائے گا۔ اسکی کسیقدر تفصیل ہمارے مضمون
مد اہلحدیث کی کانفرنس" میں ملاحظہ ہو۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

طاعون کیوں بڑھتا جاتا ہے اور وہ کیونکر ہٹ یا گھٹ سکتا ہے اور

مسلمانوں میں خیال حلت سود و تصویر نے کیا اثر کیا ہے؟

نمبر اول وغیرہ جلد اشاعۃ السنہ میں طاعون کا روحانی سبب اور اسکا علاج بیان کیا تھا کہ وہ عام لوگوں کی بداعتقادی اور بدعملی سے پیدا ہوتا ہے اور اسکا ازالہ انکی اصلاح اعتقاد و عمل سے ہو سکتا ہے۔
اس مضمون میں ان شبہات کا کہ (۱) پھر وہ صالحین کو کیوں ہوتا ہے اور (۲) بہتسے بداعتقادوں بدعملوں کو اس سے کیوں بچایا جاتا ہے جواب بھی دیا گیا تھا کہ (۱) صالحین کے لئے وہ کفارہ و شہادت ہے اور (۲) بدوں کا اس سے بچ جانا استدراج و مہلت ہے مصداق سے تو مشو مغرور بر حلم خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا۔ پھر اقوام غیر کو چھوڑ کر خاص مسلمانوں کی بداعتقادیوں بدعملیوں کی سات مثالوں میں سے پہلی مثال کے بیان میں مسلمانوں کے اعتقاد حلت سود و قرض اور اس کے مطابق انکے عمل درآمد کو ذکر کیا گیا تھا۔ دوسری مثال تصویر کا استعمال تیسری مثال ڈاڑھی کا منڈوانا چوتھی مثال غیر مشروع لباس کا استعمال پانچویں مثال خود فروشی میں حرام کا استحلال۔ چھٹی مثال نماز روزہ وغیرہ احکام اسلام کا استقباح و استحقار۔ ساتویں مثال الکاذیب کا اشتہار۔ اس مضمون میں پہلی دو مثالوں میں مسلمانوں کا پہلے سے بڑھ جانا اور اس سے طاعون کا زیادہ ہو جانا بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بات ہمارے بیان و ثبوت کی محتاج نہیں ہے کہ اس سال پہلے کی زیادہ مرض طاعون واقع ہوا ہے یہ امر ملکی اخباروں اور سرکاری رپورٹوں میں بیان ہو رہا ہے انہیں میں بیان ہے کہ اب اس نے ان غیر اقوام کیطرف بھی منہ پھیلایا ہے جنکو ابتک خدائے حکیم کیطرف سے مہلت ملی ہوئی تھی
ہمارا مقصود صرف اس امر کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے سود و تصویر کی تحلیل و عمل میں ترقی زیادہ کی ہے جس سے آفت زیادہ ٹوٹ پڑی ہے اور آئندہ اسکی اور بھی زیادتی کا اندیشہ ہے پس واضح ہو کہ حلت سود کا خیال روز افزوں مسلمانوں میں بڑھتا جاتا ہے۔ باوجودیکہ اسلام کے خدام علماء دین تقریروں و تحریروں سے سود کی برائیاں بیان کرتے ہیں مگر یہ پاک مسلمان کسی کی ایک نہیں سنتے۔ وہ احکام و دلائل اسلام متعلق سود کو کھولکر دیکھتے بھی نہیں۔ سال گذشتہ میں جو جلد ہشتم اشاعۃ السنہ شائع ہوئی۔ اور اسمیں سود خواری بھی ایک علت موجب طاعون قرار دی گئی اور اسمیں پچھلے مضامین متعلق سود ... جلد ۱۲ و ۱۸ و ۱۹ اشاعۃ السنہ کیطرف توجہ دلائی گئی اور وہ جلد خاص حامیان حلت سود کے لیڈروں کے پاس بھیجی گئی۔ اور بعض حضرات کو خاکسار نے اپنے ہاتھ سے وہ جلد پہنچا کر اس کی طرف توجہ دلائی مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی دلائل حرمت سود آیات و احادیث و آثار و اقوال کیطرف توجہ نہ کی۔ گویا انکے نزدیک حرمت سود کا حکم قرآن و حدیث میں وارد نہیں ہوا اور اس مسئلہ کو انکے نزدیک دین اسلام سے تعلق ہی نہ تھا۔ وہ اس حکم حرمت سود کو احکام اسلام سے سمجھتے تو اگر وہ دلائل کو صحیح نہ سمجھتے تو انکی غلطیاں [illegible] سود کو ثابت کرتے اور جس طرح وہ اپنی تحریروں و اخباروں میں حلت سود یا حرمت کے شبہات پیش کرتے ہیں ایسے ہی انکے خلاف دلائل